انسان اور راست بازی

قرآن مجید کا ایک انقلاب انگیز اصول یہ ہے: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِھِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْھَوٰٓی اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا (سورہ نساء: ۱۳۵)

”اے ایمان والو! تم انتہائی مضبوطی اور پختگی سے قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے سچی گواہی دینے والے ہو جاؤ کہ اگر وہ گواہی خود تمہارے خلاف یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے بھی خلاف ہو تو ہرگز نہ جھکو۔ اگر کوئی مالدار یا مفلس ہے تو اللہ تم سے زیادہ ان پر مہربانی رکھنے والا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہوائے نفس کی پیروی تمہیں انصاف سے باز رکھے۔ اگر تم (گواہی دیتے وقت) بات کو گھما پھرا کر پیش کرو گے یا گواہی دینے سے پہلو بچا جاؤ گے تو (یاد رکھو) اللہ تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح آگاہ ہے۔“

انسان کے لیے ایک اہم مرحلہ یہ ہے کہ وہ ہر حال میں سچ پر قائم و استوار رہے اور سچی گواہی دینے میں ذرا بھی پس و پیش نہ کرے، اگرچہ سچ بولنے سے خود اسے یا اس کے والدین اور قرابت داروں کو نقصان پہنچے۔ یہ بھی ممکن ہے کسی کو مالدار کے مال کا لالچ یا اثر و رسوخ کا خوف سچ کہنے سے تمہیں باز رکھے یا کوئی مفلس ہو جس کی مفلسی پر ترس کھا کر تھوڑی سی غلط بیانی گوارا کر لی جائے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ کوئی مالدار ہو یا غریب، اللہ تعالیٰ کی مہربانی ان کے لیے گواہی دینے والے سے کہیں زیادہ سودمند اور نفع بخش ہوگی۔ غرض انصاف کے معاملے میں ہوائے نفس کی پیروی ہرگز نہ کرنی چاہیے۔ یہ بھی نہیں کہ بیان میں ہیر پھیر کا طریقہ اختیار کیا جائے یا گواہی نہ دینے ہی سے گریز کو پناہ گاہ بنا لیا جائے۔ اس طرح انسانوں کو چکما دیا جا سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو دلوں اور نیتوں کے بھید بھی جانتا ہے۔

(رسول رحمت: مولانا ابوالکلام آزادؒ، ص ۹۳۔۷۹۴)

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

'بیماری' آزمائش اور گناہوں کا کفارہ ہے

عن عبداللہ بن مسعود رضی الله عنه قال دخلت علی رسول الله ﷺ وهو یوعک فقلت یا رسول الله انک توعک وعکا شدیدا قال اجل انی اوعک کما یوعک رجلان منکم فقلت ذلک أن لک اجرین قال اجل ذ لک کذلک ما من مسلم یصیبه اذی شوکة فما فوقها الا کفر الله بها سیئاته کما تحط الشجرة ورقها. (صحیح بخاری ۵۶۴۸ باب اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الاول فالاول، کتاب المرضی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کو شدید بخار تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ؟ آپ کو بہت تیز بخار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں مجھے تنہا اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمی کو ہوتا ہے۔ میں نے کہا یہ اس لئے کہ آپ ﷺ کے لیے ثواب بھی دوگنا ہے۔ آپ نے فرمایا، ہاں یہی بات ہے۔ مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے خواہ کانٹا ہو یا اس سے زیادہ تکلیف دینے والی کوئی چیز تو جس طرح درخت اپنے پتوں کو گرا دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس تکلیف کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

تشریح: دنیا میں مختلف قسم کی بیماریاں پائی جاتی ہیں۔ یہ ساری بیماریاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ ہمارا اس بات پر ایمان اور یقین ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو گاہے بگاہے آزماتا ہے جس طرح انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو آزماتا رہا ہے۔ اور اس دنیا کو دارالامتحان قرار دیا تاکہ پتہ چلے کہ ایکم احسن عملا کون ہے جو اپنے رب کے اصولوں پر کھرا اترتا ہے، سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۵۵، ۵۶، ۵۷ میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد موجود ہے کہ ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے۔ دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور ان پر صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے جب کبھی ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

غرضیکہ نصوص سے پتہ چلتا ہے بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مختلف بیماریوں میں مبتلا کئے گئے اور انہوں نے صبر کا وہ مظاہرہ کیا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ آج مسلمان امت کو ضرورت ہے کہ احادیث کی روشنی میں بیماریوں پر صبر کرنے کا جو اجر وثواب ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے صبر واستقامت کا مظاہرہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے بیماری کی تکالیف اور دیگر مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی کو دیکھئے تو اندازہ ہوگا کہ کس طرح آزمائشوں میں مبتلا کئے گئے تھے؟ مائی عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ مرض الموت کی تکلیف اور اس کی پریشانی کو رسول اللہ سے زیادہ کسی اور کو برداشت کرتے نہیں دیکھا۔ اس قدر بخار کہ اس کی شدت سے رداء گرم ہو جاتی اور بے ہوش ہو جاتے لیکن زبان مبارک سے کبھی ناشکری کے الفاظ نہیں ادا کرتے اور ان تمام تکالیف کو جھیلتے اور صبر وشکر سے کام لیتے اور جب ہوش آتا تو زبان مبارک سے اللھم الحقنی بالرفیق الاعلی کے الفاظ کہتے۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام السائبؓ کے پاس گئے اور پوچھا اے ام السائبؓ تجھے کیا ہوا ہے کیوں کانپ رہی ہو تو انہوں نے کہا کہ بخار ہے البتہ اس کو برکت نہ دے آپ نے فرمایا: بخار کو برا مت کہو کیونکہ وہ لوگوں کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔ جس طرح بھٹی لوہے سے میل کچیل کو ختم کر دیتی ہے اس کے علاوہ مختلف امراض ہیں جس پر صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت سنائی ہے۔ جیسے مرگی کا عارضہ، یہ بیماری انسانوں کو ان کے کام سے بالکل روک دیتی ہے۔ اس مرض سے انسان کو موت لاحق ہو جاتی ہے۔ اس مرض پر صبر کرنے والے کو نبی کریم ﷺ نے جنت کی بشارت سنائی ہے۔ حضرت عطاء بن رباحؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے مجھ سے کہا کہ تمہیں ایک جنتی عورت کو دکھا دوں میں نے عرض کیا کہ ضرور دکھائیں۔ کہا کہ ایک سیاہ عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھے مرگی کی بیماری ہے اور اس کی وجہ سے میرا ستر کھل جاتا ہے۔ آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو صبر کر، تجھے جنت ملے گی اور اگر چاہے تو ہم تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے اس مرض سے نجات کی دعا کروں۔ اس نے کہا کہ میں صبر کروں گی لیکن بے ہوشی کے وقت میرا ستر کھل جاتا ہے لہٰذا آپ اللہ سے یہ دعا فرما دیں کہ ستر نہ کھلے۔ آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ جب کسی کو آنکھ کے مرض میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس کی بینائی چھین لیتا ہے اور وہ اس پر صبر وشکر بجا لاتا ہے تو ایسے شخص کے لئے جنت ہے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو اللہ کا یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب میں اپنے کسی بندے کو اس کے دو محبوب اعضاء کے بارے میں آزماتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرنے لگے تو میں اس کے بدلے جنت دیتا ہوں۔ مذکورہ بالا احادیث سے پتہ چلتا ہے ہر حالت میں مومن کے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے، بیماریاں اس کے گناہوں کو مٹا دیتی ہیں جس طرح درخت اپنے پتے کو گرا دیتے ہیں۔ خطائیں لغزشیں ویسے ہی دور ہو جاتی ہیں جس طرح بھٹی زنگ کو دور کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہم تمام مسلمانوں کو بیماریوں پر صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ☆☆

اداریہ

اصغرامام

طیش اور جذباتیت سے بچنا ایک اہم ذمہ داری

جزیرہ عرب جسے اللہ جل شانہ نے اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کا مورد ومولد، مسکن ومستقر، مصلی اور مسجد قرار دیا اور جس سرزمین میں دنیا کے مساجد ومعابد الٰہیہ اور دیگر گھروں اور دروں سے قبل خانہ کعبہ کی شکل میں روئے زمین کا سب سے پہلا گھر بنایا اور وہ تین مسجدیں جن کے بارے میں سید ولد آدم اور افضل الخلائق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لاتشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد** کہ شدرحال اور باضابطہ سفر کسی بھی مسجد کے لئے نہیں کیا جائے گا، سوائے تین مسجدوں کے، وہ تینوں عظیم الشان اور عظیم المرتبت مساجد اسی سرزمین عرب میں واقع ہیں۔ اسی جزیرہ عرب میں حرمین شریفین واقع ہیں جو یقیناً عزت واحترام اور اکرام کے مستحق ہیں اور ساری انسانیت پر فرض ہے کہ ان کا احترام کرے اور ان کی عظمت وتقدس کے گن گائے۔ وہاں ذاتی دشمن کو بھی ہراساں نہ کرے۔ وہاں کے شکار کو ہاتھ نہ لگائے۔ وہاں چرندوں پرندوں اور کسی بھی جانور کو نہ ورغلائے، نہ انہیں کسی طرح کا گزند پہنچائے۔ وہاں کی گھاس بھی باستثنائے چند نہ کاٹی جائے۔ نہ وہاں کے درخت کاٹے، اکھاڑے اور اجاڑے جائیں۔ جہاں ادنی نافرمانی ناجائز اور الحادوزندقہ کا پیش خیمہ، وعید شدید اور عذاب الٰہی کا موجب بننے کے لیے کافی ہو تو بھلا بتاؤ جس انسان اور مسلمان کا خون جوان مذکورہ مخلوقات کے مقابلہ ہزاروں گنا زیادہ لائق احترام ہے اور سزاوار اکرام ہے تو اس کو کیسے ذلیل وخوار کیا جاسکتا ہے، کیسے ستایا جاسکتا ہے؟ کیسے بھگایا اور خانماں برباد کیا جاسکتا ہے، خواہ وہ جانی دشمن ہی کیوں نہ ہو؟ عام انسانوں اور مسلمانوں کو کسی طرح ہراساں کرنا اور ان کو نقصان پہنچانا کیونکر روا ہوسکتا ہے؟ اور وہاں کے پرامن باشندوں، اس کے گھر کے زائروں اور اس کے مہمانوں اور اس کے حاجیوں کو تکلیف پہنچانا کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟

مگر آپ حیرت واستعجاب کے سمندر میں ڈوب کر رہ جائیں گے جب یہ جانیں گے کہ وہاں پر وہاں کے باشندوں کو ہی نہیں بلکہ حالت احرام میں لبیک لبیک کی صدائیں لگانے والے حجاج کرام کو بھی لوٹ لیا جاتا تھا، قتل کردیا جاتا تھا

مدیر مسئول
اصغرعلی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
الحمدللہ کہتے رہیں	۸
مسجد نبوی کی عظمت وفضیلت اور کردار	۱۰
تشدد اور بے جا سوال ہلاکت کا سبب ہے	۱۱
انیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم	۱۴
خوشگوار گھریلو زندگی کے ضابطے	۱۷
آنکھوں کی اہمیت	۲۰
شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کا پیغام اہل قصیم کے نام	۲۲
ڈاکٹر عبدالعلی ازہریؒ - ایک تعارف	۲۵
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۳۰
جماعتی خبریں	۳۱
اشتہار انیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ________ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ________ ۷/روپے
پاکستان ________ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۶ ۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اور کوئی ان کی فریاد سننے والا نہ تھا۔ ان حجاج ومعتمرین اور زائرین کے اہل خانہ اور خویش واقارب ان کو اس نیک سفر پر الوداع کہتے وقت خوشی سے چار چار آنسو بہانے کے بجائے آہ وزاری کرنے پر مجبور ہوتے تھے اور سوگوار ودلفگار اس قدر کہ خدانخواستہ یہ آخری اور الوداعی ملاقات ہے اور اپنے اہل وعیال اور خویش واقارب میں لوٹ کر آنے کی ادنی آس وانتظار بھی نہیں ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ عام راستوں اور بندرگاہوں پر اور حرم پاک کے اردگرد بھی امن وامان کا فقدان تھا۔ رہزنی اور سلب ونہب تو عام سی بات تھی۔ جہاں جان پر آن پڑی ہو وہاں مال ومتاع اور سامان کی حفاظت کا کیا گمان گذر سکتا ہے۔ پھر ایسے میں دیگر رفادہ، سقایہ وعمارہ اور ادارہ جات کی تسہیلات کا تصور وتوقع کیونکر کی جاسکتی ہے! الغرض حرم کی یہ سرزمین، تقدس کی یہ دھرتی اور لائق صد احترام یہ ارض وفضا اپنے باسیوں کی دست درازیوں اور زیادتیوں پر نوحہ کناں تھی۔ تم جانتے ہو یہ سب کب اور کس زمانے کے حادثات فاجعات اور واقعات مؤلمات ہیں؟ یہ ابوجہل وابولہب، ابی بن خلف اور جاہلیت کے زمانہ کے سانحات نہیں ہیں، نہ قرامطہ اور ابرہہ کا زمانہ ہے، بلکہ عین شرفائے زمانہ اور خلفائے عجم واتراک کے دور اقتدار میں متعین کئے گئے انگریزی استعمار کے زلہ خواروں کے برگ وبار اور حرکات وسیئات ہیں جن کے لوٹ آنے کی تمنائے عریض اور آرزوئے شدید لیے ہوئے آج کے کچھ اصحاب جبہ ودستار پھر رہے ہیں۔

آہ! تعصب وتحزب، مسلک ومشرب اور حرکات وتحریکات نے ہم کو کہاں پہنچادیا ہے؟ حسد وکینہ نے ہم کو اپنے حرم کی پاسبانی کرنے کے بجائے (نعوذ باللہ) اس کی ویرانی کی تاریخ کو زندہ کرنے پر اس قدر اتارو وبدمست بنادیا ہے کہ ہم اس کے نشے میں پڑ کر اپنے ہی ہاتھوں اپنے گھروں کو ہی نہیں اپنے مقدسات اور عزیز از جان واصل ایمان کو بھی اپنے ہی ہاتھوں ویران وسنسان کرنے کے لئے بے چین وبے تاب ہیں۔ آہ ہمیں یہ کیا ہوگیا ہے!

کیا ہم اپنی کھلی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے ہیں کہ سرزمین حرمین شریفین کی مذکورہ ناگفتہ بہ حالات جن کی طرف عجلت میں اشارہ کیا گیا ہے ان کو امن واستحکام، ترقی وفراوانی، فراخی وخوش حالی اور عدل اجتماعی سے بدلنے والے اور ریگ زاروں اور صحراؤں میں گلستان آباد کرنے والے اور کہساروں اور قبیلوں میں خوئے اتحاد ومحبت پیدا کرنے والے عرب اور خود نجد وحجاز اور تہامہ وسراۃ میں پھیلے ہوئے متحارب قبائل، متضارب فصائل اور متصادم طوائف وطرائق منتشرہ ومتقاتلہ کو باہم شیر وشکر کرکے ایک مملکت کے تحت لانے والے کون لوگ تھے؟ اور موحد الجزیرۃ العربیۃ کے لقب سے کون ملقب ہوا؟ وہ ان ہی سعودی خدام حرمین شریفین اور علماء کے آباء واجداد تھے جنہوں نے یہی نہیں کہ ان سارے مصائب ومشکلات کو دور کیا بلکہ اسے اس کی عظمت وقار اور عزت واحترام کے شایان شان امن وامان کا گہوارہ بھی بنادیا، توفیق الٰہی سے اس کی تعمیر وترقی اور تسہیلات وتیسیرات اور ظاہری ومعنوی تزئینات وترتیبات اور تحسینات سے اس خطہ مہجورہ ومتخلفہ کو رشک جناں بنادیا اور لائق فخر اور باعث غبطہ وسرور، ذریعہ فرحت وانبساط اور گہوارہ اطمینان کردیا اور نفاق وشقاق اور انتشار وخلفشار سے دوچار جزیرہ عرب وغیرہ کے تمام قبائل وشعوب اور منتشر عشائر وافخاذ وبطون کو ایک لڑی میں پروکر متحد ومتفق اور موحد بنادیا۔ توحید واتباع سنت کی ایسی جوت جگائی کہ قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہوگئی۔ حرم کی تعمیر وپاسبانی کچھ اس انداز سے انجام پائی کہ چشم فلک نے شاید ہی کبھی اس کا مشاہدہ کیا ہو۔ امن وامان کا ایسا گہوارہ بنایا اور قوانین اسلام اور شریعت اسلامیہ کا ایسا امضاء اور نفاذ کیا کہ ماضی بعید تک اس کی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہیں پیش کی جاسکتی۔ کہ تمام طرح کی خرافات وتوہمات سے ہٹ کر قرآن کریم کی صداؤں اور قال اللہ وقال الرسول اور حدیث پاک کے اصولوں سے فضائیں گونج رہی ہیں۔ حضارت وتمدن کے ایسے عظیم الشان اور مہتم بالشان کارنامے انجام دیئے گئے جو بے نظیر وبے مثال ہیں۔

علوم ومعارف کے باب میں بھی مملکت سعودی عرب کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ انہوں نے تمام علوم اسلامیہ اور بلاتفریق مسلک تمام ائمہ کرام بشمول ائمہ اربعہ کے علوم ومعارف پر عظیم الشان خدمات انجام دیں اور سارے تراث کو منظر عام پر لادینے کا مثالی کارنامہ انجام دیا۔

آج مملکت سعودی عرب اپنی ہمہ جہت خدمات کی بدولت عالم اسلام ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں ایک بلند اور ممتاز مقام ومرتبہ رکھتی ہے۔ اگر تاریخی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو گزشتہ ایک صدی میں زندگی کے ہر شعبہ میں وہاں پر جو حیرت انگیز ترقی اور پیش رفت ہوئی اس سے ہر مسلمان کو خوشی ومسرت ہوتی ہے۔ خصوصاً حجاج ومعتمرین اور زائرین حرمین شریفین کا استقبال، خدمت ومیزبانی اور ان کی راحت وآرام کے لیے جو شبانہ روز مساعی صرف ہورہی ہیں، ان کو دیکھ کر دل سے وہاں کی حکومت وحکام کے لیے دعائیں نکلتی ہیں۔

مملکت سعودی عرب کی دینی خدمات کے تناظر میں دیکھا جائے تو مملکت کی طرف سے صحیح عقائد کی ترویج اور قرآن وسنت کی نشرواشاعت کے لیے

اداروں کا قیام، دنیا کی تقریباً ہر زبان میں قرآن کریم کے معانی کی اشاعت، اسلامی تعلیمات کے فروغ اور دعوت وارشاد کے میدان میں اس کی نمایاں کارکردگی بے مثال ہے۔

مملکت سعودی عرب کی رفاہی وانسانی خدمات بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ جوکہ دنیا کے تقریباً تمام ممالک کے اندر وہاں کی حکومتوں کی وساطت سے جاری وساری ہیں۔ یہ کل ہی کی تو بات ہے جب اس نے خانماں برباد افغانستان کی بازآبادکاری کے لئے دنیا کا سب سے بڑا امدادی پیکج دیا اور اپنے امدادی واغاثی جہازوں سے آسانی وفضائی پل تعمیر کروائے اور دنیا کے جس ملک میں بھی آفات ومصائب آتی ہیں مملکت ان کی امداد کے لئے پیش پیش رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وطن عزیز ہندوستان سمیت دنیا کے ہر چھوٹے بڑے ممالک سے مملکت سعودی عرب کے دوطرفہ دوستانہ بہتر مراسم ہی نہیں بلکہ تجارتی وسفارتی اور ثقافتی تعلقات برابری کی بنیادوں پر استوار ہیں۔

جہاں تک ملک کے عوام وخواص کی خدمت اور ان کے لیے سہولتوں کی فراہمی کا تعلق ہے تو اس میدان میں بھی اس کا ثانی نہیں ہے۔ جس پر ان کو اللہ تعالی کا شکرادا کرنا چاہیے اور مثبت ومتعاون اور معروف کا کام انجام دینا چاہیے۔ افسوس کہ بعض عناصر ناشکری کرتے ہیں۔ آج سعودی عرب کا کوئی بھی باشندہ بھیک نہیں مانگتا۔ دولت کی ریل پیل ہے۔ کورونا کے زمانے میں جس طرح سعودی عرب نے وبا پر کنٹرول کیا ہے اور سو فیصد ویکسین اور دیگر سہولیات کو یقینی بنایا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔

حالیہ چندسالوں میں اسلام مخالف عناصر کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گردی کے نام پر جس طرح سے مطعون اور داروگیر کرنے کی کوشش کی گئی اور مختلف پہلوؤں سے اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گردی کی آڑ میں بدنام کرنے کی سعی کی گئی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ سعودی عرب نے ایسے حالات میں بین مذاہب مکالمے کا آغاز کیا۔ دہشت گردی کی مذمت کی اور مسلمانوں کا دفاع کرتے ہوئے اسلام کا صحیح تعارف پیش کیا یہاں تک کہ اقوام متحدہ نے بھی دہشت گردی مخالف سرگرمیوں پر اس کی سراہنا کرتے ہوئے مملکت کو قابل اتباع قرار دیا۔

لیکن عالمی سطح پر مملکت سعودی عرب کے خلاف منفی پروپیگنڈہ، اس کی عظیم انسانی، علمی اور دینی خدمات کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل کردینے کی سعی نامسعود ہورہی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ برصغیر میں بیشتر لوگ مملکت توحید سعودی عرب کی خدمات سے واقف نہیں ہیں جس کی وجہ سے زیادہ تر لوگ اس کے خلاف کچھ لوگوں کے غلط پروپیگنڈوں اور افواہوں کا آسانی سے شکار ہوجاتے ہیں جبکہ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ جس سرزمین سے ہمارا اعتقادی اور جذباتی رشتہ ہے اس کے بارے میں کوئی خبر آئے تو اس خبر کی تہہ میں جانا اور اصل حقائق کا پتہ لگانا چاہئے کہ جو کچھ بھی خودغرضی و عناد میں اس کے بارے میں کہا جارہا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے اور کس حد تک درست ہے؟ قرآن کریم نے بھی ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ایسے مواقع پر اصل سچائی کی معرفت حاصل کریں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

”یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآئَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ“ (الحجرات:۶، پارہ۲۶)

”اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچادو، پھر اپنے کئے پر پشیمانی اٹھاؤ“۔

قرآن کریم کی یہ آیت ہمیں یہ رہنمائی کرتی ہے کہ خبروں کے بارے میں سوجھ بوجھ اور بصیرت سے کام لینا چاہئے۔ کیوں کہ آج کی پروپیگنڈہ کی دنیا میں ایک چھوٹی سی خبر کو بڑی خبر، اور ایک بڑی خبر کو ایک چھوٹی خبر بنادیا جاتا ہے۔ بلکہ اکثر اوقات خبریں گڑھ لی جاتی ہیں۔ اس لیے ہمیں کسی بھی گمراہ کن خبر سے بچنا چاہئے۔ اور ایک ایسی مملکت جس کی خدمات کا دائرہ کافی وسیع ہے، اس کا حسن اعتراف اور ذکر جمیل کرنا چاہئے۔ جو خرابیاں حقیقت میں سامنے آئیں ان کا سنجیدگی سے دینی، علمی اور اخلاقی دائرے میں جائزہ لے کر ناصحانہ وحکیمانہ اسالیب کے ذریعہ نصیحت کا کام انجام دیا جانا چاہئے۔ اس سلسلے میں بہرحال اپنے حدودودائرہ میں رہتے ہوئے امر بالمعروف والنہی عن المنکر کے اصول وضوابط اور شرائط وقواعد کا ازحد پابند ہونا فرض ہے، ورنہ اصلاح ونصیحت کے نام پر فتنہ وفساد اور بغاوت وسرکشی کے انجام بد سے سب دوچار ہوں گے اور اس کا وبال وگناہ ناعاقبت اندیش سفہاء الاحلام، حدثاء الاسنان اور مغلوب الغضب علماء ونوجوانان کے سر جائے گا۔ انہیں عبرالقرون قدیم وجدید خوارج وبغاۃ اور اصلاح وتعمیر کے نام پر شورش برپا کرنے والوں کے برے انجام سے نصیحت پکڑنی چاہئے۔ یھدیھم اللہ

ابھی ایک غلط فہمی تبلیغی جماعت کے حوالے سے پیدا کی جارہی ہے۔ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ سعودی عرب کے محترم وزیر الشؤون الاسلامیہ کی طرف سے ائمہ مملکت کے نام جاری سرکلر کو اس کے صحیح تناظر میں نہ دیکھنے کی وجہ سے برصغیر میں علماء وعوام کے اندر غلط فہمیوں، پروپیگنڈوں اور مفروضات قائم کرنے کی

کوشش ہورہی ہے، جو ملک وملت اور خود یہاں کی تبلیغی جماعت کے حق میں نہیں ہے۔خصوصا وہاں کے ذمہ داروں نے باہر کی جماعتوں سے تعرض نہ کرنے کی بات بھی کہی ہے ۔وزیرالشؤون الاسلامیہ سعودی عرب کے سرکلر کو سعودی عرب کے داخلی معاملات کے تناظر میں دیکھنا چاہیے اور بلاوجہ کسی پر حکم لگانے یا کسی بات کی تردید کرنے سے پہلے شریعت کے اس اصول کو بھی ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (المائدہ:۸) ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہوجاؤ، راستی یا انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ۔کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کردے، عدل کیا کروجو پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔“

علاوہ ازیں سعودی عرب میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکومت کی طرف سے باضابطہ ایک ادارہ قائم ہے، جسے وہ بخوبی اور مستحسن طریقے سے انجام دیتا رہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہاں الگ سے کسی جماعت کی طرف سے دعوت اور تبلیغ وارشاد کا کام ممنوع ہے۔نیز سرکلر مذکور میں برصغیر کی تبلیغی جماعت سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے اور اس کے اس فیصلے کا ہمارے ملک کی تبلیغی جماعت سے کوئی سروکار اور لینا دینا نہیں ہے۔ نیز ہر ملک کو اپنے ملک کے حالات وکوائف کی بنیاد پر قانون بنانے کا اختیار ہے اور یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔کسی دوسرے ملک کے قانون اور وہاں کے انتظامی امور میں مداخلت کرنا سراسر غیر معقول ہے۔اس لئے وطن عزیز کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس سرکلر کے سلسلے میں بیجا الجھاؤ کے شکار نہ ہوں اور لب کشائی ناگزیر ہوجائے تو ادب خلاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے غلو اور مسلکی اختلافات کو ہوا دینے سے گریز کریں تو بہتر ہے۔

یہ کیسا دوہرا رویہ اور معیار ہے کہ ہم اپنے دائرۂ اختیار میں کسی کے اوپر پابندی لگائیں تو بجا ہے، لیکن کوئی دوسرا وہی کام اپنے دائرہ کار بلکہ حکومت میں کرے تو چراغ پا ہوجائیں۔اس کی ساری خوبیوں کو یک قلم مسترد کردیں حتی کہ اس کے نجیب الطرفین اور اعلی خاندان تک کی طرف من گھڑت قصے اور کہانیاں منسوب کرکے بھولے عوام کو گمراہ کریں اور مخلص خدام حرمین شریفین سے ان کو بدظن کریں اور مسلکی عناد کو ہوا دیتے پھریں۔اگر اپنے اندر کسی کی خوبیوں کے ذکر کی ہمت نہیں پاتے تو حالات کے پیش نظر اس کی بعض تبدیلیوں اور اقدامات واصلاحات کی وجہ سے اس کو بلاوجہ سولی پر نہ چڑھائیں۔انکار منکر میں شریعت کی قائم کردہ حدوں کو مت پھلانگنے کی کوشش کریں، یہی وقت کا تقاضہ اور ملک وملت اور انسانیت کے مفاد میں ہے۔

کیونکہ ویسے بھی ہمارے اپنے گردوپیش میں اتنے مسائل ومشکلات ہیں جن کا ہم کو صحیح ادراک تک نہیں ہو پاتا۔اقتصادی، تعلیمی، اخلاقی، معاشرتی، دینی اور انسانی اور نہ جانے کتنے طرح کے ناگفتہ حالات سے ہم دوچار ہوتے رہتے ہیں۔ان حالات میں بسا اوقات بر بنائے مصلحت ہی سہی ہماری زبان بھی گنگ رہتی ہے اور ہم ان پر زبانی جمع خرچ کرنے کی بھی جرأت نہیں کرپاتے۔ہم تو اپنے خاص دینی مسائل وشریعت کا دفاع اور پرسنل احوال وقانون کی ادنی شقوں کو بچانے میں بھی اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں۔لیکن عربوں اور خصوصاً سعودی عرب جو ان گئے گزرے ایام میں بھی دین کا حقیقی قلعہ ہے اور جو نفاذ شریعت مطہرہ کا بے مثال ولاثانی مرکز ہے پر تبرا پڑھنے میں دریغ نہیں کرتے ۔اپنے محلے اور سماج میں جماعت وجمعیت وانجمنوں کی حفاظت کے لالے پڑے ہوئے ہیں اور خود ہماری شوریدگی کے ہاتھوں اس کا سروبال دوش بنا ہوا ہے۔کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہم نے جمہوریت وشورائیت.اور حریت کے نام پر اپنی مفید اور تاریخی جمعیتوں، انجمنوں اور مدرسوں کو جن سے ہندوپاک اور سارے جہاں کے مسلمانوں کی کسی قدر دینی وملی حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور جن سے ہماری دینی واخلاقی اور شرعی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں، نفاق وشقاق، اختلاف وانتشار، نزاع اور جدال وقتال کا میدان بنا کر ٹکڑوں ٹکڑوں میں بانٹ کر بے وزن کردیا ہے۔کیا اس سے ہم کو سبق لینے کے بجائے جمے جمائے ممالک وبلدان اسلامیہ خصوصاً بلاد حرمین شریفین میں اپنی جارحانہ اور ناعاقبت اندیشانہ حرکات وتحریرات اور تقریرات سے فتنہ برپا کرنا چاہیے؟ کیا اصلاح وترقی اور تعمیر کا یہی طریقہ ہے؟ اور کیا جمہوریت وڈیموکریسی کے نام پر ہڑبونگ مچاکر اور آوارگی وافراتفری پیدا کرکے یہی اصلاح اور دین کا کام کرنا چاہتے ہیں؟! آہ ہمیں کیا ہوگیا ہے کہ ہم گردوپیش سے سبق حاصل کرنے کے اہل بھی نہیں رہے!

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

میرے عزیزو! اللہ کے واسطے اس پر سنجیدگی سے غور کرو، اپنے متعین کیے گئے عقیدوں، اختیار کیے ہوئے راستوں اور من پسند طریقوں اور حاجات وضروریات کے پاداش میں پیدا شدہ تنظیموں، تحریکوں اور جماعتوں کے نام پر کوئی ایسا اقدام ہرگز نہ کریں جس سے ہماری بچی کھچی اجتماعیت پر حرف آئے۔ ہم مزید کمزور ہوں اور ہمارا بدخواہ ہماری اس حرکت سے فائدہ اٹھائے اور مورد الزام ٹھہرا کر مزید مجرمین وملزمین کے کٹہرے میں کھڑا کردے۔ ایک اور بات جو دہشت گردی کے حوالے سے بار بار اور غلط اطوار وانداز میں پیش ہو رہی ہے اس پر بھی سنجیدگی سے غور وفکر کرنا چاہیے۔ اس حقیقت سے ہرگز منہ نہیں موڑنا چاہیے کہ سعودی عرب بعض داخلی وخارجی دہشت گرد افراد اور جماعتوں اور کچھ تنظیموں سے حقیقتاً جوجھتا رہا ہے۔ یہ عناصر بعض جماعتوں میں گھس کر اپنا مذموم کام انجام دیتے ہیں اور جبکہ حکومتیں اور ایجنسیاں اپنا کام اور فرض ادا کرتی ہیں۔ ہمیں اس پہلو پر بھی نظر رکھنی چاہیے اور کسی ملک کے داخلی مسئلہ کو اور اس کے افراد واشخاص کو ان کے داخلی حالات ومشکلات کے تناظر میں پرکھنا چاہیے۔

مجھے بے حد تعجب اور افسوس ہے کہ ان نازک حالات میں بعض پڑھے لکھے حضرات اپنے بے شمار لائق تنقید تصرفات سے قطع نظر سعودی عرب کی الاحباب، اور جماعۃ الدعوہ والتبلیغ وغیرہ قدیم ممنوعہ تنظیم کے حوالہ سے اہل حدیثان ہند کو تنابز بالالقاب سے نوازنے کی عظیم فتنہ انگیزی کے ساتھ اس کو اس قضیہ کا شریک وسہیم گردانتے ہیں۔ حالانکہ اہل حدیثوں نے گذشتہ سال جب جماعت تبلیغ پر افتاد پڑی اور اس پر کچھ بیجا واویلا مچانے کی کوشش ہوئی تو اس کا دفاع کیا تھا۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ملک وملت کے مفاد میں اور ہر ملکی وملی معاملے میں دیگر تنظیموں کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی رہتی ہے۔ نیز ایسے موقع سے یہ ہرگز نہ بھولنا چاہیے کہ ہم اپنی جماعت اور مدرسے کے طلبہ کی فلاح وبہبود کے پیش نظر اور ان کو کسی بھی خرخشے سے بچانے کے لئے اپنی ہی جماعت کے داخلے پر مکمل پابندی عائد کردیتے ہیں۔ بلکہ مساجد ومدارس میں بھی ان کا داخلہ ممنوع قرار پاتا ہے۔ آہ ہم کس قدر عجلت اور ناعاقبت اندیشی کا ثبوت فراہم کرتے ہیں دانستہ یانادانستہ۔ بہرحال ہمیں متحد، سنجیدہ، غیر جانبدار اور جذباتیت سے پاک ہوکر ہی کوئی اقدام کرنا چاہیے۔ ہم تمام مسلمانوں اور ہندوستانیوں کو کسی بھی طرح ایسے اقدام وتصرف سے بچنا چاہیے جس سے ملک وملت اور کسی بھی قوم، جماعت اور فرد کو نقصان پہنچے۔ مبادا ہم **فتصبحوا علی مافعلتم نادمین** کے سزاوار بن جائیں۔ **اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔** ☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ''جریدہ ترجمان'' (اُردو)، ماہنامہ ''اصلاح سماج'' (ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہتے رہیں

مولانا خورشید عالم مدنی
پھلواری شریف، پٹنہ

قارئین کرام! ذکر واذکار ہوں یا دوسرے نیک اعمال وعبادتیں، ان کی قبولیت کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم انہیں اللہ سے محبت کرتے ہوئے، اس کے عذاب وسزا سے ڈرتے ہوئے اور اس سے اجر وثواب کی امید ولالچ میں کریں۔ اللہ تعالی نے ان تین ارکان (محبت، خوف، امید) کو سورہ فاتحہ میں اشارتاً بیان فرمایا ہے۔ مثلاً "الحمد للہ رب العالمین" اس جملے میں محبت پائی جاتی ہے۔ وہ اس طرح کہ جب اللہ ہمارا مربی محسن اور پالنہار ہے، تو اس سے محبت کرنی چاہیے کیونکہ محبت اسی سے کی جاتی ہے جو اپنی نعمت نچھاور کرتا اور معاملہ احسان وکرم کا کرتا ہے اور "الحمد" کی تعریف میں بھی یہ مفہوم محبت پنہاں ہے۔

"حمد" کہتے ہیں ممدوح کی محبّت وتعظیم کے ساتھ اس کے عظیم صفات وعمومی انعامات کو یاد کرتے ہوئے اس کی تعریف کرنا۔

"الرحمٰن الرحیم" اس میں امید ورجا ہے۔ جب وہ اللہ سب سے بڑا مہربان و نہایت رحیم ہے تو بندہ کے دل میں اس کی رحمت کے حصول کی لالچ پیدا ہوتی ہے اور اسی حصول رحمت کی آس وامید میں وہ اللہ سے قریب ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

"مالک یوم الدین" اس جملے میں خوف کا عنصر پایا جاتا ہے۔ بندہ جب یہ سمجھتا ہے کہ جزاوسزا کا ایک دن متعین ہے، جس دن نیکوکار انعامات ربانی سے سرفراز ہوں گے اور بدکار کو سخت ترین سزائیں دی جائیں گی۔ جس دن زندگی کے ایک ایک لمحہ کا حساب وکتاب دینا ہوگا اور بدلے کے اس دن کا مالک اللہ ہے یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ (انفطار:19) "اس دن کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے کچھ بھی نہ کر سکے گا" تو اس حساب وکتاب اور جزاوسزا کے دن کے تصور اور اللہ کے محاسبہ وپکڑ سے اس پر خوف طاری ہو جاتا ہے، وہ لرز اٹھتا ہے۔

چنانچہ قبولیت اعمال کے ان ارکان کو اپنے سینے میں چھپائے بندہ یہ اقرار کرتا ہے ایاک نعبد اے اللہ! (عبادت کے ان تینوں شرائط کے ساتھ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں"۔ اور اسی کی تائید اس آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ (اسراء:57) "جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ کون اس کے زیادہ قریب ہو جائے اور اس کی رحمت کی امید کرتے ہیں۔ اور اس کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں"

ظاہر ہے اللہ کا وسیلہ اور اس کی قربت ہمیں اس وقت حاصل ہوگی جب ہم اس سے محبت کریں گے اس کی رحمت کی آس لگائے اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس کے پسندیدہ، محبوب اعمال انجام دیں گے اور ہمارے دلوں میں اس ذات وحدہ لاشریک لہ کی محبت وعظمت اور اس کا خوف اسی وقت پیدا ہوگا، ہم اس کی خالص عبادت اور حصول قربت کی کوشش اسی وقت کریں گے جب ہمیں اس کی معرفت ہوگی اور اس کے اسماء وصفات کا علم ہوگا۔ ہم جتنا زیادہ اللہ کو پہچان لیں گے اتنا ہی ہم اسے یاد بھی کریں گے اور اس سے قریب بھی ہوں گے اور جب اسے نہیں پہچانیں گے تو اسے بھول جائیں گے اور دور بھی ہو جائیں گے۔

آج دنیا والے جو اللہ کے در کو چھوڑ کر اس کے بندوں کے آگے آستانوں اور چوکھٹوں کو تھامے ہوئے ہیں، رکوع وسجدے کر رہے ہیں، مرادیں مانگ رہے ہیں، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ نادان ہیں، اللہ کو نہیں پہچانتے، اسے اللہ کی قدرت، علم و طاقت کا علم نہیں۔ سچ فرمایا رب العالمین نے وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ (زمر:67) "اور انہوں (کافروں) نے اللہ کی اُس کے مقام ومرتبہ کے مطابق قدر نہیں کی" اور انسان کی عظمت کی دلیل ہے کہ وہ اپنے عظیم خالق جس کی عظمت شان وبلند مقام کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے اور جس کی ذات سب سے عالی ونرالی ہے، اس کی تسبیح وتحمید بیان کرتا رہے، اسی سے اظہار محبت وعقیدت کرے، اسی سے لو لگائے، اسی کے سامنے سر جھکائے اور اسی کے حمد کے ترانے گائے۔

یہ الحمد للہ افضل دعا ہے اور اللہ کے محبوب وپسندیدہ کلمات میں سے ہے۔ جو لوگ اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں ان کے رتبے بلند، قیامت کے دن اعلی مقام پر فائز ہوں گے اور اللہ کے عظیم اجر وثواب کے مستحق ہوں گے۔ اللھم اجعلنا منھم

چونکہ ہم ہر وقت اللہ کی رحمت وعنایت کے محتاج ہیں اور اس کی بے پایاں نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اس لیے ہمیں ہر گھڑی اس کی حمد وثنا کرنی چاہیے۔ اگر کوئی شخص آپ کی خیریت پوچھے تو الحمد للہ کہیں۔ آپ کامیاب ہوں یا ناکام، صحت مند ہوں یا شدید بیماری میں مبتلا، سوال کاروبار سے متعلق ہو یا خانگی حالات سے متعلق، اچھی حالت ہو یا قابل رحم، دکھ میں ہوں یا سکھ میں، بہار ہو یا خزاں، ہر وقت اور ہر حال میں الحمد للہ کہتے رہیں۔

یہ ایک چھوٹا سا کلمہ ہے لیکن اس کی فضیلت بڑی ہے۔

1) یہ میزان عمل کو بھر دے گا۔ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "الطھور شطر الایمان و الحمد للہ تملأ المیزان و سبحان اللہ و الحمد للہ تملآن أو تملأ ما بین السموات والأرض" "پاکیزگی آدھا

ایمان ہے، "الحمدللہ" ترازو کو (اجروثواب سے) بھر دے گا اور "سبحان اللہ والحمدللہ" دونوں کلمات زمین و آسمان کے درمیان خلا کو (اجر و ثواب سے) بھر دیتے ہیں"(مسلم، باب فضل الوضوء:223)

2)"الحمداللہ" کہنے والے سے اللہ راضی وخوش ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے ان اللـه ليرضى عن العبد يأكل الأكلة فيحمده عليها و يشرب الشربة فيـحـمـده عـلـيهـا" "اللہ اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو ایک لقمہ کھاتا ہے تو "الحمد لله" کہتا ہے، ایک گھونٹ پیتا ہے تو "الحمدللہ" کہتا ہے (یعنی ہر قسم کی سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں)"(مسلم:2734)

3)"الـحـمـد لـلـه" کہنے والے جنت میں سب سے پہلے بلائے جائیں گے اول من يـدعـى الى الـجـنة الحمادون الذين يحمدون فى السراء و الـضـراء "" جو لوگ خوشی وغم میں اللہ کی حمد وثنا کرنے والے ہیں وہ سب سے پہلے جنت کے لئے پکارے جائیں گے"(طبرانی/المعجم الکبیر)

4)یہ مصیبت سے بچنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے "من رأى مبتـلـى فـقـال الـحمد لله الذى عافانى مما ابتلاک به و فضلنى على كثيـر مـمـن خلق تفضيلا، لم يصبه ذلک البلاء " "جس نے کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر یہ کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے اس مصیبت سے محفوظ رکھا جس میں تم کو مبتلا کر رکھا ہے اور مجھے بہت سارے لوگوں پر فضیلت دے رکھی ہے، تو اللہ اسے اس مصیبت سے محفوظ رکھے گا"(ترمذی:3432)

5)جنت میں "الحمد ہاؤس" ہوگا، جس میں وہ لوگ ہوں گے جو زندگی کی تلخ و شیریں میں اللہ کی تعریف کرنے والے اور تقدیر کے سخت فیصلے پر صبر کرنے والے ہوں گے۔ فرمان نبوی ہے کہ "جب مومن کا بچہ فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: ہاں! اللہ فرماتا ہے کہ کیا تم نے میرے بندے کے جگر کا ٹکڑا لے لیا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: ہاں! اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں: اس نے "الـحـمـد لله" کہا اور انـا لـلـه و انا اليه راجعون پڑھا تو اللہ فرمائے گا کہ میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دو اس کا نام "بیـــت الحمد" رکھ دو"(ترمذی:1021)

6)ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا، جس کا نام "لواء الحمد" ہوگا اور اس جھنڈے کے نیچے تمام انبیاء ہوں گے۔ یہ ہمارے نبی کا بڑا اعزاز واونچا مقام ہے۔ وہ فرماتے ہیں "و بيـدى لـواء الـحـمـد و لا فخر و ما من نبى يومئذ آدم فمن سواه الا تحت لوائى "اس دن آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام انبیاء میرے جھنڈے تلے ہوں گے"(ترمذی:3615)

اللہ کی عظیم ذات وصفات، عظیم احسانات وفیضانات کے پیش نظر اور ہمیں ہر گھڑی اس کی حمد وتسبیح میں اپنی زبانیں تر رکھنی چاہیے لیکن کچھ مخصوص حالات واوقات بھی ہیں جن میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے "الحمدلله" کے جملے نکلتے تھے۔ اس نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور سچی محبت وعقیدت کا یہ تقاضہ ہے کہ ان اوقات میں ہم اپنے عظیم ومحبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کریں اور وہ درج ذیل احوال ہیں:-

1)جب ہم کھانے پینے سے فارغ ہوں۔ ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد فرماتے "الـحـمـد لـله كثيرا طيبا مباركا فيه غير مـكـفـى و لا مودع و لا مستغنى عنه ربنا" "تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو بہت زیادہ، پاکیزہ وبابرکت ہیں۔ ہم اس کے کھانا کا حق ادا نہ کر سکے، یہ ہم سے رخصت نہیں کیا گیا اور اس سے ہم کو بے پرواہی کا خیال نہ ہوا اے ہمارے رب"(بخاری:5458)

2)جب رکوع سے اٹھیں۔ علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو فرماتے "ربـنـا لـک الـحـمـد ملأ السموات و ملأ الأرض و ملأ ما شئت من شىء بعد" "اے ہمارے رب! تیرے ہی لئے تعریف ہے، آسمانوں بھر، زمین بھر اور اس کے بعد جو تو چاہے اس بھر"(مسلم:771)

3)جب نیا لباس زیب تن کریں۔ ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لیتے عمامہ، قمیض یا چادر پھر یہ دعا فرماتے "اللـهـم لک الـحـمـد أنت كسوتنيه، أسالک خيره وخير ما صنـع له، وأعوذ بک من شره و شر ما صنع له" "اے اللہ! تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ تو نے مجھے یہ لباس پہنایا، میں تجھ سے اس کی خیر اور جس کے لیے یہ بنایا گیا اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر اور جس کے لیے یہ بنایا گیا اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں"(ابوداؤد:4020)

4)چھینک آنے پر۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں " اذا عـطـس أحـدكم فليقل: الحمد لله، وليقل له أخوه أو صـاحـبـه: يـرحـمـک الله، فاذا قال له: يرحمک الله، فليقل: يهديكم الله ويصلح بالكم" "جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ "الحمد لله" کہے اور سننے والا "يـرحـمـک الله" (اللہ تم پر رحم فرمائے) کہے پھر اس کے جواب میں چھینکنے والا کہے "يهـديـكـم الـلـه و يصلح بالكم" (اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت درست کردے)"(بخاری:6224)

قارئین کرام! ذکر واذکار کے بے شمار فضائل وفوائد کے پیش نظر اللہ کو کثرت سے یاد کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے اور سنت کے چراغوں سے اپنی ذات کو، ماحول و معاشرہ کو روشن کرنے کی سعی بلیغ بھی، تاکہ ہماری آخرت سنور جائے جو اصل وحقیقی کامیابی ہے۔ و ما توفيقى الا بالله.

☆☆☆

مسجد کی عظمت وفضیلت اور کردار

مولانا محمد ابراہیم سجاد تیمی

مسجد اللہ کا گھر ہے۔ وہ ایسی جگہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے خاص کر لیا جاتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ''مسجدیں صرف اللہ کے لیے ہیں، اس لیے تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو'' (الجن:18)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کی اہمیت وفضیلت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا: " احب البلاد الی اللہ مساجدا وابغض البلاد الی اللہ اسواقا """اللہ تعالیٰ کی نظر میں محبوب ترین مقامات مسجدیں ہیں اور مبغوض ترین جگہیں بازار ہیں" (صحیح مسلم:1473)۔

ایک اور صحیح حدیث میں مسجدوں کو ہر متقی اور پرہیزگار انسان کا گھر قرار دیا گیا ہے۔ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: المسجد بیت کل تقی (السلسلۃ الصحیحۃ:2/341)۔

مساجد کی فضیلت پر اس طرح کی بہت ساری احادیث کتبِ حدیث میں آئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیرِ مساجد پر تاحیات خصوصی توجہ مبذول فرمائی۔ مدینہ منورہ جاتے ہوئے قبا میں بود وباش کرنے والے قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں قیام فرمایا تو وہاں پر آپ نے تاریخ اسلام کی اولین مسجد، مسجدِ قبا بنائی۔ (البدایہ والنہایہ:3/219)۔ مدینہ پہنچے تو وہاں بھی مسجد نبوی پہلے بنائی، پھر اپنے اہل وعیال کے لیے حجرے تعمیر کرائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مدینے سے باہر جاتے اور کہیں کچھ عرصے تک قیام فرماتے تو وہیں پر مسجد تعمیر کردیتے اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ باجماعت نماز ادا فرماتے تھے جیسا کہ خیبر میں آپؐ نے کیا۔

آپؐ کی اس سنتِ مبارکہ اور عملِ صالح کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جاری رکھا اور خلفائے راشدین نے تعمیرِ مساجد پر بھرپور توجہ دی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں گورنروں کو باضابطہ تعمیرِ مساجد کے حکم پر مشتمل احکامات دیے۔ انہوں نے اپنے گورنروں کو لکھ بھیجا کہ گورنر ہاؤس کے احاطے میں مرکزی مسجد کی تعمیر عمل میں لائیں اور اس میں عمال حکومت اردگرد کے مسلم عوام کے ساتھ باجماعت نماز ادا کریں۔ صحابہ کرام کے بعد تابعین تبع تابعین رحمہم اللہ، اور ان کے بعد کی نسلوں نے بھی مساجد کی تعمیر کا نیک کام جاری رکھا جو آج بھی جاری ہے اور قیامت تک ان شاء اللہ جاری رہے گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ تعمیرِ مساجد انتہائی فضیلتوں والا عمل ہے۔ صحیح ابن ماجہ (حدیث نمبر:736) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے اپنے مال سے محض اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر تعمیر کردیتا ہے۔ صحیح الترغیب والترھیب (1/66) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چھوٹی یا بڑی مسجد تعمیر کی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔ اسی ضمن میں مذکورہ کتاب میں ہی اسی نمبر کے تحت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث بھی آئی ہے کہ جو گوریا کے آشیانے کے برابر بھی کوئی مسجد بنائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تشریح میں کہا ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ اجر وثواب تعمیرِ مسجد سے حاصل ہوتا ہے، بغیر تعمیر کے زمین کو مسجد قرار دینے سے نہیں (نیل الاوطار:2/156)۔

اللہ تعالیٰ نے بھی مسجد بنانے والوں کی خوب تعریف وتوصیف کی ہے۔ ارشاد ہے: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ

"بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے مسجدیں وہی لوگ تعمیر کرتے کراتے ہیں جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکاۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے امید کی جاسکتی ہے کہ ہدایت یاب ہوں گے۔ (التوبۃ:18)۔

مساجد کی عظمت وفضیلت جس قدر بے پایاں ہے، اسی قدر ان کا کردار بھی عظیم تر ہے۔ مسجدیں دراصل مسلمانوں کا پاور ہاؤس ہیں جہاں سے ان کو صلاح وتقویٰ کی بجلی سپلائی کی جاتی ہے۔ جہاں سے ان کے نفوس کا تزکیاتی عمل مسلسل چلتا ہے۔ جہاں سے ان کی وحدت کا پیکر دن رات میں پانچ بار عملی شکل اختیار کرتا ہے۔ جہاں

(بقیہ صفحہ ۲۹ پر)

تشدد اور بے جا سوال ہلاکت کا سبب ہے

مولانا انصار زبیر محمدی الاعظمی
اسلامک فقہ کونسل آف انڈیا، ممبئی

تشدد کسی متزلزل نظام کا آخری ہتھیار ہوا کرتا ہے۔ سنجیدگی اور استقامت کے بجائے غضبناک و دل آزار قسم کے سوالات سائل کی کمزوری ظاہر کرتے ہیں، بعض دفعہ آپ اس کا بھی مشاہدہ کرتے ہوں گے کہ سائل اپنے یا اپنے ہم فکر لوگوں کے عیوب ونقائص کو چھپانے کے لئے سوالات کے ذریعہ اصل موضوع سے توجہ ہٹا کر گفتگو کا رخ کسی دوسری طرف موڑ دیتا ہے، خوارج اور اہل بدعت اس میں بڑے شاطر ہوتے ہیں، ان دنوں سوال کرنا ایک فیشن اور پیشہ بن گیا ہے، بھارتی میڈیا نے تو دنگل، آر پار اور ٹکر وغیرہ کے نام سے سوالات کا ایسا سلسلہ شروع کر دیا ہے کہ سینے کے اندر ہی نہیں بلکہ قبر کے اندر سے جواب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بعض دفعہ صرف اپنے سوالات ہی پر پوری عمارت کی بنیاد قائم کر دیتے ہیں، ویسے بلا ضرورت کسی کی ذاتی زندگی کے بارے میں سوال کرنا حاسدین کا شیوہ رہا ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ کی سنت میں ہمارے تمام مسائل کا حل موجود ہے، پہلے اس سلسلہ میں ایک رہنما حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

عن أبی هريرة عبدالرحمن بن صخر رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ما نهيتكم عنه فاجتنبوه، وما أمرتكم به فأتو منه ما استطعتم، فانما أهلك الذين من قبلكم كثرة مسائلهم واختلافهم علی أنبيائهم.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: میں نے تمہیں جن چیزوں سے روک دیا ہے ان سے بچو اور جن باتوں کا حکم دیا ہے اسے جہاں تک استطاعت ہو بجا لاؤ، خواہ مخواہ سوالات میں نہ پڑو، اس لئے کہ تم سے پہلی امتوں کے لوگ زیادہ سوال کرنے اور انبیاء کے طرز عمل کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

اس حدیث کے شان نزول میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے، پس تم حج کرو، ایک آدمی نے پوچھا، یارسول اللہ کیا ہر سال یا اسی سال؟ یہ سن کر آپ خاموش رہے، اس نے تین بار اپنی یہی بات دہرائی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج واجب ہو جاتا اور پھر تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں جن چیزوں پر چھوڑا ہے انہیں پر باقی رہو، اس لئے کہ تم سے پہلی امتیں زیادہ سوال کرنے اور اپنے نبیوں پر اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک کر دی گئیں، پس جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو حتی المقدور تم اسے بجا لاؤ اور جب کسی چیز سے روک دوں تو تم اسے ترک کر دو۔ (اخرجہ مسلم: ۱۳۳۷)

صحیحین میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ دیا، جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے سوال کیا۔ یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا باپ فلاں شخص ہے، اس موقعہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **لا تسألوا عن أشياء** ایسی باتوں کے متعلق سوال نہ کیا کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر ہو جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں۔ (سورۃ المائدۃ: ۱۰۱) (اخرجہ البخاری ۸/۲۸۰ فتح و مسلم ۲۳۵۹)

نبی کریم ﷺ نے ہمیں زیادہ سوال کرنے سے اس لئے منع فرمایا ہے کہ فضول اور کثرت سوال انسان کی ہلاکت کا سبب ہے، حلال و حرام کے بارے میں خصوصی طور پر زیادہ سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے بڑے مجرم وہ ہیں جو کوئی سوال کریں اور ان کے سوال کی وجہ سے حرام نہ ہونے والی چیز حرام ہو جائے۔ (اخرجہ البخاری ۱۳/۲۶۳ فتح و مسلم ۲۳۵۸)

اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سوال کرنے میں حد درجہ احتیاط سے کام لیا کرتے تھے، جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم ﷺ سے سوال کرنے سے روک دیا گیا تھا، اس لئے ہم اس وقت بہت خوش ہوتے تھے، جب کوئی عقل مند بدو نبی کریم ﷺ کے پاس آکر سوال کرتا تھا، چنانچہ وہ کچھ پوچھتا تو ہم سنا کرتے تھے۔ (اخرجہ مسلم: ۱۱۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ سے کبھی کبھی ان سوالوں کے بارے میں پوچھا کرتے تھے جو واقع نہیں ہوئے ہیں، لیکن اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ہم آنے والے فتنے سے نپٹنے کے لئے تیار رہیں، اور نجات کی معقول راہ نکالیں۔

جیسا کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! کل ہم دشمن سے ملاقات کرنے والے ہیں، ہمارے پاس چھری یا چاقو نہیں ہے، کیا ہم گنے کے چھلکے سے ذبح کر لیں؟ جو امراء آپ کے بعد آئیں گے، ان کی اطاعت اور ان سے قتال کے بارے میں سوال کیا۔ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فتنوں کے بارے میں پوچھا کہ ان حالات میں ہم کیا کریں؟ (اخرجہ البخاری ۵/۱۳۱ مسلم ۱۹۶۸)

اس حدیث سے کچھ لوگ اس غلط فہمی میں پڑ گئے ہیں کہ سوال کرنے کی یہ ممانعت نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص تھی، اس لئے کہ اس وقت وحی کا سلسلہ جاری تھا اب جب کہ دین مکمل اور وحی منقطع ہو چکی ہے، یہ پابندی ختم ہو چکی ہے۔ حالاں کہ ان کا یہ خیال سرے سے باطل ہے، اس لئے کہ حدیث میں فضول گفتگو اور زیادہ سوال کرنے سے دائمی طور پر منع کیا گیا ہے، اور شرعی معلومات حاصل کرنے، دین کے احکام ومسائل کو سمجھنے اور عمل کے جذبہ سے سوال کرنے کو مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ کٹ حجتی اور بقراطی سے منع کیا گیا ہے، جیسا کہ بعض لوگ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام پوچھتے ہیں، جو کہ سراسر فضول اور جاہلانہ سوال ہے اس سوال سے نہ دین کا کوئی مسئلہ حل ہوتا ہے، نہ کوئی دینی معلومات ملتی ہے اور نہ ہی اس کا کوئی فائدہ ہے۔

ایک صاحب (جو ایک سرکاری اسکول میں ٹیچر ہیں) نے ایک مرتبہ مجھ سے سوال کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کی دادی کا نام پوچھا، میں نے ان سے کہا کہ اس قسم کے سوالوں سے آپ کو کیا فائدہ پہنچ سکے گا؟ برائے کرم ایسے سوالات کریں جن کا تعلق عمل سے ہو، میرے سمجھانے پر وہ کہنے لگے کہ تاریخی معلومات کے لئے پوچھ رہا ہوں، پھر میں ان سے کہا کہ پہلے آپ مجھے اپنی دادی کا نام بتائیں؟ جس پر وہ خاموش ہوگئے، اس لئے کہ انہیں اپنی دادی کا نام معلوم نہیں تھا۔

افسوس ہے ایسے لوگوں پر جو اپنے اہل خانہ کے نام سے تو ناواقف ہیں مگر موسیٰ علیہ السلام کی دادی کا نام پوچھتے ہیں، جب کہ پچھلی امتوں کی شریعت اور احکام ہمارے لئے منسوخ کردیئے گئے ہیں۔ ان کے واقعات اور تباہی کی داستان کو قرآن نے صرف عبرت کے طور پر بیان کیا ہے۔ ان کی کوئی تاریخی معلومات ہمارے لئے مفید نہیں، ہمیں تو اپنی تاریخ کی فکر کرنی چاہیے، اور فضول سوالوں سے بچنا چاہیے۔

ایک شخص نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود چومنے کے بارے میں مسئلہ پوچھا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: میں نے نبی کریم ﷺ کو اس کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس نے پھر پوچھا کہ اگر ازدحام میں پیچھے رہ جاؤں؟ یا مغلوب ہو جاؤں؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا: تم اپنے اس ارئیت (اگر) کو ایک طرف رکھو میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو اس کا استلام کرتے اور بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ (اخرجہ البخاری ۳/ ۴۷۵۔ فتح)

عبداللہ بن عمر کا مقصد یہ تھا کہ تمہارا مقصد صرف نبی کریم ﷺ کی اتباع ہو، اختلاف اور ازدحام میں فریق بننا نہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے۔ جو چیز واقع نہ ہوئی ہو اس کے بارے میں سوال نہ کرو، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرضی سوال کرنے والے پر لعنت فرمایا کرتے تھے۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے جب کوئی فرضی مسئلہ دریافت کرتا تو پہلے اس سے پوچھتے کہ کیا یہ چیز واقع ہوئی ہے؟ اگر سوال کرنے والے نفی میں جواب دیتے تو آپ فرماتے، اسے چھوڑ دو جب ایسا واقع ہو جائے گا تو پھر پوچھنا۔

مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا؟ آپ نے فرمایا کیا ایسا ہوا ہے؟ میں کہا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: اس کے واقع ہونے تک ہمیں راحت دو، جب ایسی صورت حال واقع ہو جائے گی تو پھر ہم اجتہاد کریں گے۔

چینلوں پر آج ڈبیٹ کے ذریعہ کئے جانے والے سوالات سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ اور سماج علمی واخلاقی پستی اور زوال کی کس دلدل اورتہہ میں جا رہا ہے۔

افسوس کہ بعض اہل رائے نے بھی فرضی مسائل بیان کرنے میں اپنی کتابوں کے صفحات سیاہ کئے ہیں اور بعض لوگوں نے تو وہ مسائل بھی بیان کئے ہیں جن کی قیامت تک ضرورت نہیں پڑے گی، صرف فرضی اور خیالی مسائل ہیں۔ اس سلسلے میں ہمارا طریقہ کار یہ ہونا چاہیے کہ جو کچھ کتاب وسنت سے میسر ہوا سے بلاچون وچرا تسلیم کرلیں، اور جو جدید مسائل وقت کے لحاظ سے ظہور پذیر ہوں تو ایسی صورت میں ملت کی صحیح رہنمائی کے لئے علمائے وقت اس کے بارے میں اپنا اجتہادی فتویٰ صادر کریں۔

اسی طرح بعض لوگ علماء کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے ایک ہی سوال مختلف انداز سے کرتے ہیں، سوال کرتے وقت ادھورا سوال کرتے ہیں، تاکہ جب عالم جواب دینے میں غلطی کر جائے تو اسے اس کی ہجو اور اہانت کا سبب بنایا جائے۔ یہ سراسر احمقانہ کام ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ اس سے فتنہ پھیلتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے جب کوئی خیالی سوال کیا جاتا تو اس کا جواب نہیں دیتے تھے۔ اس لئے کہ اس میں وقت کا ضیاع ہے، انسان پہلے اپنے اوپر عائد فریضہ پانچ وقت کی صلاۃ اور زکاۃ وصیام کو نافذ کرے، متقی اور اللہ سے ڈرنے والا یوں بھی فضول سوالات اور بے جا تبصرہ سے دور رہے گا۔

اسی لئے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ تقویٰ یہ نہیں ہے کہ صرف رات میں قیام دن میں صیام کیا جائے، بلکہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو ترک کردیا جائے، اور اس کے ساتھ انسان کے پاس عمل صالح بھی ہے تو یہ سب سے بڑی بھلائی ہے۔

مگر افسوس کہ آپ بہت سے ایسے مسلمانوں کو دیکھیں گے جو واجب مستحب اور نفلی کاموں میں تو خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے، نفلی عبادات کی ادائیگی کے لئے خوب سوالات کریں گے، لیکن انہیں آپ پائیں گے کہ وہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی ذرہ برابر پروا نہیں کرتے، کتنے ایسے صائم ملیں گے جن کا سودی کاروبار ہے، ان کے

گھروں میں بے پردگی ہے۔ جسے ان کے گھر کے صوم وصلوۃ کے پابند حضرات عیب نہیں شمار کرتے ،لیکن بات تقویٰ کی کرتے ہیں، اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (سورۃ التغابن:۱۶)

''جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو''

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران:۹۷)

''اور لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو اس کا حج کرے''۔

حدیث میں صراحت کردی گئی ہے کہ جتنی طاقت ہو اللہ سے ڈرو، اگر کوئی اللہ کا حکم ادا کرنے سے عاجز ہے تو اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔ جس شکل پر چاہے ادا کرلے۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر اس کی طاقت نہیں ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھو، اگر اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو لیٹ کر پڑھو۔ (اخرجہ البخاری ۲/ ۵۸۷۔ فتح)

معلوم یہ ہوا کہ فضول سوال بنی اسرائیل کا طریقہ اور ہلاکت کا سبب ہے۔

اگر بے پردہ عورتیں ہیں تو ان کی بے حجابی کی وجہ سے دعوت ترک نہیں کی جائے گی، بلکہ اسی حالت میں انہیں دعوت دی جائے گی۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

سوویت روس کے انتشار کے بعد فقیہ عصر علامہ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کے بعض تلامذہ روس گئے، انہوں نے ایک جگہ چند بے پردہ عورتوں میں دین کی دعوت دینی شروع کردی، ان کی دینی ودعوتی باتیں سن کر دھیرے دھیرے بے شمار عورتیں جمع ہوگئیں، پورا ہال بھر گیا، اس کے بعد اپنی گفتگو میں انہوں نے اسلام کا تعارف کرایا، عورت کے تعلق سے اسلام کی عنایات کو گنایا، پردہ کی شرعی حیثیت کو واضح کیا اور اسی پر اس روز کی گفتگو کو ختم کردیا۔ دوسرے دن جب پروگرام کا آغاز ہوا تو وہ بے پردہ عورتیں نقاب پہن کر لکچر سننے کے لئے ہال میں داخل ہوئیں، پھر جب تیسرا دن آیا تو ان میں کی اکثر وبیشتر عورتیں مکمل پردہ کے ساتھ اجتماع گاہ میں حاضر ہوئیں۔

معلوم ہوا کہ اگر کسی کے اندر اسلام کی صحیح تعلیم ہے تو وہ بے پردگی نہیں اختیار کرے گی، اور اگر وہ اسلام کی ان جامع تعلیمات سے دور ہیں تو انہیں ان کا یہی سبق سکھانے اور اسلام کی تعلیم دینے کا نام دعوت الی اللہ ہے۔

اہل علم سے کئے گئے سوالوں کے جوابات سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہیے، اور حق کی پیروی کرنی چاہیے۔

مسائل: ۱۔ حلال اور حرام کی تعیین اللہ کی طرف سے ہے۔

۲۔ انسان شرعی اعمال پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔

۳۔ اگر کسی کو سارے واجبات کی ادائیگی کی استطاعت نہیں ہے تو حسب استطاعت ہی ادا کرے گا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر بڑی آسانی کی ہے۔

۶۔ گزشتہ شریعتوں کی پیروی سے ڈرایا گیا ہے۔

۷۔ جب کوئی بات نبی کریم ﷺ سے ثابت ہوجائے تو اس میں سوال نہیں کرنا چاہیے، بلکہ بلا چوں وچرا اسے فوراً قبول کرلینا چاہیے۔

۸۔ گزشتہ امتیں کثرت سوال کی وجہ سے ہلاک ہوئیں، اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے انبیاء پر اختلاف نہ کریں۔ اور فضول سوالات سے احتراز کریں۔

۹۔ فضول سوال کرنا حرام ہے۔

۱۰۔ اختلاف اور فتنہ کا دروازہ وا کرنے والے سوالات کرنا منع ہے۔

۱۱۔ انسان اللہ کے احکام اور شرعی نظام سے ہر حال میں راضی رہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۹ کا)

منڈالیں گے اور مسئلہ حل ہوجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور سب نے برضا ورغبت بال منڈا لیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب ایک نبی ایک اہم ترین سیاسی مسئلہ میں اپنی بیوی سے تجویز طلب کرسکتا ہے تو ہمیں معمولی معمولی معاملات میں کیونکر پس وپیش کرنا مناسب ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ موقف ہمارے لیے دلیل اور رہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔

اعزہ واقرباء کی عزت وتوقیر: میاں بیوی دونوں کو اپنے شریک حیات کے ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کے حقوق کی رعایت کرنی چاہیے اور کسی کے لیے بھی نازیبا الفاظ ہرگز استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ اس سے نفرت جنم لیتی ہے۔ کتنے ہی لوگ اپنی بیوی کے سامنے اس کے باپ کے اخلاق وکردار کے منفی پہلوؤں پر گفتگو کرنے لگتے ہیں حالانکہ اس کی بیٹی کے نزدیک اس کا مقام بڑا ہی محترم ہوتا ہے چنانچہ اس سے اسے تکلیف ہوتی ہے اور جو روشن شمع ان کی ازدواجی زندگی میں اجالا کیے ہوئے تھی وہ ٹمٹمانے لگتی ہے۔ بالکل اگر اسی طرح کی گفتگو اس کی ماں کے سلسلے میں کی جائے تو صورت حال مزید سنگین ہوجاتی ہے۔ مرد جس کو قوام کی حیثیت حاصل ہے جب اس کی منفی گفتگو اس قدر منفی اثرات کی حامل ہوتی ہے تو عورت اگر مرد کے والدین کے بارے میں اس طرح کی گفتگو کرے گی تو حالات کس قدر خطرناک آتش فشاں کی صورت اختیار کرجائیں گے؟ لہٰذا میاں بیوی کو ایک دوسرے کے اعزہ واقرباء کے سلسلے میں گفتگو کے اندر ادب واحترام کا پورا خیال رکھنا چاہیے اور کسی بھی انہونی کو دعوت دینے سے محتاط رہنا بہت ضروری ہے۔ میاں اور بیوی کے اندر ایک دوسرے کے لیے ایثار وقربانی کا جذبہ ہونا چاہیے اور اسلامی اصول وضوابط کی پاسداری کرنی چاہیے۔ ☆☆

ا-پاسپورٹ سائز کے تازہ فوٹو چار عدد-ایک چپکائیں ۳ ساتھ میں روانہ کریں۔
۲-چپکائے گئے فوٹو پر ادارے کی مہر ضرور لگوائیں۔

دفتر

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

۴۱۱۶، اہل حدیث منزل، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۶
فون: ۲۳۲۷۳۴۰۷

مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی

فارم درخواست مقابلۂ تجوید وحفظ وتفسیر قرآن کریم

سال: ۱۴۴۳ھ-۲۰۲۲ء

(فارم صاف ستھرے لفظوں میں پُر کریں)

نام:............ولدیت:............لقب:............پیشہ:............

مقام عمل:............تاریخ پیدائش: (تاریخ، مہینہ اور سال کی وضاحت کے ساتھ) ہندسوں میں:............لفظوں میں:............

منسلکہ تعلیمی اسناد:............مراسلت کا مکمل پتہ اردو میں (مع پن کوڈ):............

فون:............مراسلت کا مکمل پتہ انگریزی میں (مع پن کوڈ):............فون:............

مقابلہ کے لیے بھیجنے والی تنظیم/ادارہ کا نام و پتہ:............

(تصدیق نامہ، تنظیم/ادارہ کے مطبوعہ لیٹر ہیڈ پر سربراہ ادارہ کے دستخط و مہر کے ساتھ منسلک کریں)۔

کیا اس سے قبل کسی ملکی یا غیر ملکی قرآنی مقابلہ میں شرکت کی ہے؟ اگر ہاں تو اس کی تفصیل:............

گزشتہ مسابقہ کے جس زمرے میں شریک ہوئے تھے اس کی وضاحت:............

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اس مقابلۂ قرأت کے کس زمرے میں شرکت چاہتے ہیں؟:............

ا:-مکمل حفظ قرآن	۲:-بیس پارے	۳:-دس پارے
۴:-پانچ پارے	۵:-ناظرہ قرآن کامل	۶:-ترجمہ وتفسیر کا تحریری امتحان

اگر بیس یا دس یا پانچ پاروں کے حفظ میں حصہ لینا ہے تو ان پاروں کی وضاحت:............

آپ کس اصول قرأت کے مطابق تلاوت کریں گے؟ حفص/ورش/قالون/الدوری (منتخب کردہ روایت کی نشان دہی کریں)۔

کیا آپ کا پاسپورٹ تیار ہے؟ اگر ہاں تو اس کی فوٹو کاپی لازما منسلک کیجئے اور پاسپورٹ نمبر لکھئے:............

اقرار نامہ:

مندرجہ بالا معلومات میرے علم ویقین کے مطابق بالکل درست ہیں۔ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقابلۂ قرأت کے قواعد وضوابط کی پابندی کروں گا اور اس کے ہر فیصلہ کو قطعی اور آخری تسلیم کروں گا۔

امیدوار کا نام:............دستخط:............تاریخ:............

تصدیق نامہ (نامزد کرنے والے تعلیمی ادارے یا مسلم تنظیم کے کسی ذمہ دار کا)

میں مذکورہ بالا طالب علم امیدوار کی تصدیق کرتا ہوں:

نام:............منصب:............تصدیق کنندہ کے دستخط:............تاریخ:............

ادارہ/تنظیم:............مہر:............

برائے دفتری امور

ا-یہ درخواست مؤرخہ............کو موصول ہوئی۔

وصول کنندہ کے دستخط:............

۲-برائے زمرہ:............۳-درخواست منظور/نامنظور:............

۴-نامنظوری کی وجہ:............

دستخط سکریٹری مقابلہ کمیٹی:............

ساری انسانیت کی ہدایت ورہنمائی اور اصلاح اور اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام قرآن مجید سے رشتہ مضبوط کرنے کے لیے

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیراہتمام اپنی نوعیت کا منفرد

انیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

بمقام: D-254، اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، نیو دھلی، 25

رجسٹریشن کی آخری تاریخ: یکم فروری 2022 ء

اغراض ومقاصد

☆مسلمانوں کوزندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پرعمل پیراہونے کی ترغیب دینا☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجویدوحفظ،اس کے معانی وتفسیر پرفکروتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا☆

☆مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا ☆امت کوکتاب الٰہی سے وابستہ کرکے دنیاوآخرت میں فوزوفلاح سے ہمکنار کرنا☆

☆حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پرمزید توجہ کی راہ ہموار کرنا☆

خصوصیات

● ہزاروں روپے کے نقد انعامات ● حوصلہ افزائی کے لیے بھی متعدد ومختلف النوع انعامات ● ممتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان ●

● ملک بھر میں ۲۵ سال سے کم عمر کے حفاظ وقراء وطلباء کے لیے نادرونایاب موقعہ

مقابلے کے زمرے

اول: حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	دوم: حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
سوم: حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	چہارم: حفظِ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
پنجم: ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	ششم: سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان

ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ ۵رفروری ۲۰۲۲ء بروز ہفتہ بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اوراس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھیؒ کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔ ☆امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مقررہ پاروں کا حافظ ہواوراحکام تجوید وقرأت سے بھی واقف ہو، احکام تجوید کے سوالات کا عملاً جواب دے سکے، قرأتِ سبعہ میں سے کسی ایک قرأت کے مطابق تلاوت کرے، جس کا واضح اندراج فارم داخلہ میں کرنا لازمی ہے۔ ☆ایک قاری کوصرف ایک ہی زمرہ میں شرکت کی اجازت ہوگی۔

اہم وضاحت: اگرکسی زمرے کے لیے پانچ سے کم امیدوار اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی پہنچے تو مرکزی جمعیت اس زمرے کا مقابلہ منعقد کرنے سے معذور ہوگی۔

شرائط شرکت مسابقہ

❶ مقابلہ میں شرکت کی درخواست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقررہ فارم پر ہی دی جائے گی۔(ناگزیر حالات میں مقررہ فارم کی فوٹو کاپی استعمال کی جاسکتی ہے)❷ شرکت کے متمنی قاری کی عمر۲۵ سال سے زائد نہ ہو❸ امیدوار کا شمار ملک کے مشہور پیشہ ور قراء میں نہ ہوتا ہو۔ ❹ اس سے پہلے وہ کسی بین الاقوامی مقابلۂ حفظ وقرأت میں حصہ نہ لے چکا ہو❺ مرکزی جمعیت کے کسی مقابلے کے شریک قاری کو اس زمرے میں یا اس سے نیچے کے زمرے میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی جس میں وہ پہلے بھی حصہ لے چکا ہو۔❻ مقابلے میں شرکت کی مکمل درخواست، انعقاد مقابلہ سے چار روز قبل دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو موصول ہونا لازمی ہے بصورت دیگر درخواست رد کردی جائے گی ❼ حفظ قرآن اور تجوید واحکام کی قابل قبول سند یا تصدیق نامہ کی فوٹو کاپی درخواست کے ساتھ منسلک ہو اور اصل اپنے ساتھ لائے۔❽ مقابلے میں شرکت کی نامزدگی کسی دینی تعلیمی ادارے یا معروف مسلم تنظیم کی جانب سے ہونی چاہیے ❾ اصولِ تجوید وقرأت سے ناواقف امیدوار کو مقابلے سے خارج کردیا جائے گا۔

☆ زمرۂ پنجم (ناظرہ قرآن مکمل) میں حفظ کررہے طلبہ کو شرکت کی اجازت نہ ہوگی۔

ان شاء اللہ نقدانعامات کے علاوہ دیگر انعامات بھی دیئے جائیں گے
نیز دیگر شرکاء کے لیے بھی کچھ تشجیعی انعامات ہوں گے۔

عام وضروری شرائط

(۱) مقابلے کی شرائط اور درخواست فارم بذات خود ڈاک ٹکٹ بھیج کر دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے طلب کئے جاسکتے ہیں۔ نیز صوبائی جمعیات کے دفاتر سے بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

(۲) اس مقابلے میں شرکت کے امیدوار اپنے جملہ اخراجات سفر کے ذمہ دار خود ہوں گے۔

(۳) امیدواروں کے دوروزہ قیام وطعام کا بندوبست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے کیا جائے گا بشرطیکہ اس کی اطلاع چار روز قبل مرکزی جمعیت کو مل چکی ہو۔

(۴) قیام گاہ جانے سے قبل اپنی آمد کا اندراج لازماً مکمل کرائیں۔ موسم کے مطابق بستر ساتھ لائیں۔ جمعیت اس سلسلے میں تعاون سے معذور رہے گی۔

(۵) نابینا امیدوار کے ہمراہ آنے والے ایک صاحب کی ضیافت کی ذمہ داری بھی مرکزی جمعیت قبول کرے گی۔

(۶) غیر امیدوار افراد یا ساتھ آنے والے افراد ۶۰ روپے یومیہ کا کھانے کا کوپن حاصل کرکے ناشتہ، ظہرانہ اور عشائیہ کی سہولت حاصل کرسکتے ہیں۔

(۷) قواعد وضوابط اور فارم میں مذکورہ شرائط کی تکمیل کرنے والے امیدوار ہی شرکت کے مجاز ہوں گے۔

ملاحظہ: اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے ناظم مقابلہ کمیٹی سے ہر روز (علاوہ اتوار) شام ۴ر بجے سے ۶ر بجے تک بذریعہ فون یا شخصی طور پر رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

درخواست فارم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ویب سائٹ **www.ahlehadees.org** پر دستیاب ہے شرکت کے خواہشمند طلبا اسے فری ڈاؤن لوڈ کرسکتے ہیں۔

ضروری معلومات نیز فارم حاصل کرنے کے لیے فوراً رابطہ قائم کریں

مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۶

فون: 011-23273407 ای میل: jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

خوشگوار گھریلو زندگی کے ضابطے

مولانا عبدالمنان شکراوی

کوئی بھی فرد بشر چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہر ایک کی یہ آرزو و تمنا ہوتی ہے کہ اس کی ازدواجی زندگی بہتر سے بہتر گزرے اور اس میں حقیقی سکون واطمینان نصیب ہو۔لیکن تمام مذاہب کے اندر اس سکون واطمینان کے نسخۂ کیمیا کی جانب رہنمائی کرنے والا ایک مذہب اسلام ہی ہے جس نے خاندان کی مضبوط بنیادوں کے لیے سعادت ونیک بختی اور سکون واطمینان کے اصول وضوابط طے کیے ہیں اور ہر سطح پر پوری رہنمائی کی ہے۔افراد خانہ کے اندر باہمی تعاون کی فضا، ایک دوسرے کے ادب واحترام کا ماحول اور ہر فرد خانہ کے حقوق کی مطالبے سے پہلے ہی ادائیگی، ایسے اہم اسلامی اصول وضوابط ہیں کہ ان پر عمل پیرا ہونے کے بعد خاندان وسوسائٹی دونوں ہی، کسی بھی قسم کے انتشار وخلفشار سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

مضبوط انسانی تعلقات میں ازدواجی تعلقات سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔چنانچہ ان کی مضبوطی، پائیداری اور خوشگواری کے لیے ضروری ہے کہ انہیں کمال مہارت، محبت واخلاص اور ایثار وقربانی کے جذبے سے قائم رکھا جائے۔کچھ عجب نہیں کہ اگر اس سلسلے میں لاپرواہی وکوتاہی برتی جائے تو ازدواجی زندگی ناکامی کی شکل اختیار کر جائے، ہنستا کھیلتا گھر قید خانے کا نظارہ پیش کرنے لگے اور وہ طلاق کی جہنم یا زنا وبدکاری کا اڈہ بن جائے۔لہٰذا سبھی کے لیے ضروری ہے کہ ازدواجی زندگی کے اصول وضوابط پر کاربند رہیں اور جیتی جاگتی جنت کو جہنم کدہ بننے سے بچائیں۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر مسلمان کے لیے اسوہ ونمونہ ہے لہٰذا آپ کے خانگی تعلقات کی روشنی میں اپنی زندگی کو خوشگوار بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اسوۂ نبوی ﷺ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب دریافت کیا گیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ تو جواب دیا: آپ اپنے گھر والوں کے کام کاج یعنی ان کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔پھر جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے نکل پڑتے۔(بخاری) ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک اور روایت میں خدمت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: تم لوگوں کی طرح ہی اپنے گھر والوں کے کام میں لگے رہتے تھے۔اپنی جوتی مرمت کر لیتے، کپڑے پر پیوند لگا لیتے اور سامان کوٹھ کانے پر رکھ دیتے۔

حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ تو فرمایا: آپ ایک انسان تھے۔اپنے کام کرتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے، اپنا کپڑا سی لیتے اور اپنا جوتا سی لیتے۔" اسی مفہوم کی اور بھی روایات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے۔اور کیوں نہ ہو آپ قوم کے سردار ومعلم، قاضی ورہنما تھے صلح کے ایام میں سردار اور جنگ کے حالات میں کمانڈر تھے۔ایک حکومت کے بانی ومؤسس تھے۔رسول بھی تھے جن کے پاس صبح وشام آسمان سے وحی آتی تھی اور اس کی روشنی میں اپنے صحابہ کی رہنمائی فرماتے تھے۔اس کے باوجود انہیں گھریلو کاموں کو انجام دینے میں کوئی جھجک یا عار محسوس نہیں ہوتی تھی۔آپ کے اندر تمام انسانی کمالات موجود تھے لہٰذا ایسی شخصیت کو ہمیں اپنے گھریلو امور میں تواضع وانکساری اور تعاون وشراکت کا اسوہ ونمونہ بنانا چاہیے۔

گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانا: گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانے کا یہ مطلب ہرگز نہ نکالا جائے کہ میاں بیوی دونوں ہی اس کام کو بھی انجام دیں جسے ان میں سے کوئی ایک اچھی طرح انجام نہ دے پائے یا اس کے لیے وہ ایسا بوجھ بن جائے جسے اٹھانے کی اس میں استطاعت نہ ہو۔ان کا باہمی تعلق تو کسی بھی کام کو پورا کرنے یا ایک دوسرے کو تقویت پہنچانے کا ہے جس میں ہر ایک کی برابر کی حصہ داری ضروری نہیں۔شوہر ایک کام کرے اور بیوی دوسرا کام انجام دے۔جب یہ دونوں کام، عائلی زندگی کی ضروریات میں سے ہوں تو اس سے شراکت کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔یہ صحیح ہے کہ ایک ہی کام کو اگر دونوں کریں تو یہ کام میں دل لگانے اور باہمی انسیت ومحبت کا موجب بنتے ہیں اور اس طرح وحشت دور ہو جاتی ہے لیکن گھریلو کاموں میں شراکت ہمیشہ نہیں ہو پاتی۔باہر کے کام کی ذمہ داری مرد لے اور گھر کا کام عورت انجام دے یہ زیادہ مناسب ہے۔گھر کے کام کم بھی نہیں ہوتے کہ ان سے وقت نکال کر عورت باہر کے کاموں میں مشغول ہو بلکہ یہ عورت کے اوپر ایک قسم کا ظلم ہی ہوگا کہ وہ گھر کے کام بھی کرے اور باہر کے بھی۔

ایک ساتھ عبادت کرنا: جن کاموں میں شراکت سے میاں بیوی کے درمیان محبت وانسیت میں سب سے زیادہ اضافہ ہوتا ہے ان میں ایک ساتھ عبادت انجام دینا بھی ہے۔صحیح ابن خزیمہ، سنن ابوداؤد اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات میں کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے اور وہ انکار کرے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ اس عورت پر بھی رحم فرمائے جو نماز کے لیے رات میں کھڑی ہو اور اپنے شوہر کو جگائے، انکار

کرے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔''یہی معاملہ تلاوت قرآن اورصدقہ وخیرات وغیرہ نیکی کے تمام کاموں پر صادق آتا ہے۔

باہم عزت واحترام: میاں بیوی کا ایک دوسرے کی عزت کرنا اورخوبیوں کی تعریف کرنا خوشگوار زندگی گزارنے کا اہم ترین نسخہ ہے۔اس سے جہاں منفی رجحانات ختم ہوتے ہیں وہیں ذہنی وجسمانی تکان دور ہوتی ہے۔میاں بیوی دونوں کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ان میں سے ہرایک دوسرے کی عزت وتوقیر کا خاص خیال رکھے،ایک دوسرے کی کوشش ومحنت کوسراہے کیونکہ اگر متوقع محنت میں کمی رہ بھی گئی ہوگی تو توقیر وتعریف سے اس میں اضافہ وترقی کے امکانات بڑھ جائیں گے اور باہمی عزت واحترام میں اضافہ ہوگا جبکہ تنقید وتحقیر کا اثر اس کے بالکل الٹا ہوگا،اس سے عزیمت میں رکاوٹ پیدا ہوگی، ہمت وحوصلے میں کمزوری آئے گی اور فریقین کے تعلقات میں خلیج پیدا ہونے لگے گی۔یوں سمجھئے کہ ایک دوسرے کی قدر وقیمت کا احساس واظہار عائلی خیمے کا ستون ہے، جب یہ میاں بیوی کے درمیان ناپید ہوگا تو گھر کے ستون ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجائیں گے۔زندگانی کی مشکلات اور خانگی ضروریات کی گہما گہمی کے بیچ ایک دوسرے کی قدر وقیمت کا حق ادا کرنے میں جو باتیں مددگار ثابت ہوسکتی ہیں وہ ہیں فریق ثانی کوعدل وانصاف کی نظر سے دیکھنا،اس کی قدر وقیمت کو ناپنے میں سچائی کا رویہ اختیار کرنا،عائلی زندگی میں اس کا کرداراور زندگی کی گاڑی کی رفتار میں اس کے اثرات۔اگر ہر فریق اپنے شریک حیات کوعزت واحترام کی نظر سے دیکھنے لگ جائے تو خود بخود تعریف وعزت افزائی پر مجبور ہوجائیگااور ہرنا چیے سے اس کے بہتر اثرات واضح طور پر نظر آنے لگیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کی عزت اوران کی تعریف کے بڑے حریص تھے۔جس کا ذکر بہت سی احادیث میں موجود ہے۔ہمیں بھی آپ کے اسوہ کو اپنا کرہی رویہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔کوئی بھی عورت برائیوں سے یکسر پاک وصاف نہیں ہوتی۔زندگی اگر پریشانیوں میں کٹ رہی ہوتو بیوی کی تعریف کا موقع ہی کہاں ملے گا۔لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کی مشکلات اور ذمہ داریوں کے بوجھ اورداخلی وخارجی مسائل کے باوجود اپنی بیویوں کی تعریف میں کبھی بھی بخل سے کام نہ لیتے تھے۔ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: مردوں میں تو بہت سے کامل انسان گزرے ہیں لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران اورآسیہ زوجہ فرعون کے علاوہ کوئی کامل عورت نہیں گزری۔بلاشبہ عائشہ کی فضیلت دیگر عورتوں پرایسی ہی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید (ایک قسم کے کھانے کا نام جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت پسند فرماتے تھے) کی فضیلت۔(بخاری ومسلم) دیکھیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی عنہا سے اپنی محبت کا اظہار کس طرح فرمایا اورآپ نے یہ بات ان کی موجودگی میں فرمائی جس کا وہ ذکر فرمایا کرتی تھیں۔سنن ترمذی میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر لگی کہ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان کو یہودی کی بیٹی کہہ دیا ہے تو وہ رونے لگیں۔اسی اثناء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچ گئے۔رونے کا سبب دریافت کیا تو بتایا کہ حفصہ نے مجھے یہودی کی بیٹی کہا ہے۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم نبی کی بیٹی ہواورتمہارے چچا بھی نبی تھےاورتم ایک نبی کی بیوی بھی ہو،اس کا تم پر فخر کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انداز صرف خوش کرنے کے لیے نہیں تھا بلکہ اس سے مقصود عزت افزائی تھی۔اسی طرح آپ اپنی بیویوں کے کام کی بھی تعریف فرماتے اورخیر وبھلائی کی گواہی دیتے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتے: مجھ سے سب سے پہلے اس کی ملاقات ہوگی جس کے ہاتھ لمبے ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات ہاتھوں کوناپ کردیکھتی تھیں کہ کس کا ہاتھ لمبا ہے؟ تو ہم میں سے زینب کا ہاتھ سب سے لمبا تھا کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی (کماتی) تھیں اورصدقہ کرتی تھیں۔(بخاری ومسلم)

بلامعاوضہ سچی محبت: کسی معاوضہ کے انتظار کے بغیر محنت کرنا سچی محبت کی دلیل ہے۔ہاں میاں اور بیوی دونوں کے حقوق ہیں لیکن دونوں کو چاہیے کہ حق کا مطالبہ کرنے کے بجائے ذمہ داری کی ادائیگی پر توجہ دیں۔اور چونکہ انصاف کے نقطۂ نظر سے حقوق کے حصول کے لیے واجبات کی ادائیگی زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے اس لیے فضل وشرف کے نقطۂ نظر سے عطاء وبخشش میں برابری کونظر انداز کیا جائے اوراحسان کے بدلے بڑے احسان کا مطالبہ نہ کیا جائے۔دومحبت کرنے والوں کا پیمانہ الگ ہی ہوتا ہے جس سے وہ اپنے کاموں کوناپتے ہیں۔محبت کرنے والے کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ اسے صرف لینے والا نہ سمجھا جائے بلکہ وہ تو اخلاق وکردار،احساسات وجذبات میں اچھے سے اچھا کرنا چاہتا ہے۔

ازدواجی زندگی کا ایک کڑوا سچ: ایسی عورت سے ہرگز شادی نہ کی جائے جو سمجھتی ہو کہ وہ آپ سے بہتر ہے یا وہ آپ سے شادی کرکے آپ پر احسان کررہی ہے۔کیونکہ اگر ایسا کریں گے تو آپ کی زندگی ہمیشہ ذہنی الجھن اور مسلسل تباہی وبربادی کے دہانے پر رہے گی۔یا تو بیوی کے احسان تلے دبے رہنے کی وجہ سے کچھ نہ کرپائیں گے اورآپ کی اہمیت ختم ہوکر رہ جائے گی یا آپ اپنی حاکمیت اور بالادستی کا مطالبہ کریں گے اور وہ آپ کو قطعا خاطر میں نہ لائیگی۔ہرحال میں مشکلات آپ کا مقدر رہوں گی۔اس طرح کی عورتیں شوہر کو کمتر سمجھتی ہیں چنانچہ ان پر ان کا کنٹرول نہیں رہتا اور نازیبا حرکات تک کا ارتکاب کرنے لگتی ہیں۔

کوتاهیوں سے چشم پوشی: فریق ثانی کی کمیوں اورکوتاہیوں کو نظر انداز کرنا چاہیے کیونکہ کوئی بھی انسان ہرناچیے سے مکمل نہیں ہوتا۔لہٰذا ہرایک

پرلازم ہے کہ سامنے والے میں کوئی ناپسندیدہ بات قبول کرنے کے درجے میں ہوتو اس کونظرانداز کردیاجائے جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: چشم پوشی کرنے میں نوے فیصد عافیت ہے۔'' بعضوں کا کہنا ہے: شریف لوگ کبھی زیادہ باریکی میں نہیں جاتے۔'' یہ بھی مقولہ ہے: زیادہ ڈانٹ ڈپٹ کروگے تو پیارے بھی بیگانے ہوجائیں گے۔''

مسکرانے کی اہمیت: مسکراتے رہیں کیونکہ مسکرانے کا خوشگوار اثر شریک حیات پر تو ہوتا ہی ہے ہمارے گردوپیش پر بھی پڑتا ہے۔اور جو ایسا نہیں کرتا، اس کی زندگی خشک اور اکتاہٹ والی ہوتی ہے۔مسکرانا خوشگوار ازدواجی زندگی کا ایک عمدہ ذریعہ ہے جس سے میاں بیوی کی ذمہ داریوں کے بوجھ میں ہلکاپن محسوس ہونے لگتا ہے۔

ازدواجی آشیانہ: ازدواجی زندگی کی حیثیت ایک آشیانہ کی ہے جس میں دومختلف مزاج اور ماحول کے شخص بستے ہیں جن کی سوچ بوجھ اور فکر وفہم مختلف ہوتی ہے۔ان میں سے ہرایک اگرصرف اپنے لیے سوچے اور سامنے والے سے بڑی بڑی توقعات وابستہ کرے اور ہر ہر مرحلے پراسی سے ایڈجسٹ کرنے کی توقع رکھے تو اس طرح میاں بیوی میں محبت والفت ایک دوسرے کی عزت واحترام اور قربانی پیش کرنے کا جذبہ مفقود ہوجائے گا بلکہ انانیت، مطلب پرستی اور استحصال کی نفسیات جنم لے گی۔

حسن سلوک: بیوی کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، اس پر زیادتی ہرگز نہ کی جائے۔اس کے حقوق قطعاً غصب نہ کیے جائیں۔بیوی کے ساتھ حسن معاشرت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہمیشہ پیش نظر رہے۔آپ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ گھر میں اپنی بیویوں کا کام کرتے تھے۔ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ'' (البقرۃ:۲۲۸) ترجمہ: ''اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں، اچھائی کے ساتھ۔ہاں مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔'' عورت کو بھی چاہیے کہ وہ بھی کسی بات پر اصرار نہ کرے اور نہ گلہ شکوہ کرے اور نہ ہی اپنی سہیلیوں اور پڑوسیوں سے اپنے معیار کا موازنہ کرے بلکہ نرمی کا معاملہ رکھے اور اپنے گھریلو حالات کے اعتبار سے اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کرے تاکہ شوہر کے ساتھ اس کے تعلقات خوشگوار اور پائیدار رہیں۔عورت کی ہمیشہ یہ جستجو ہونی چاہیے کہ شوہر سے پیار ومحبت بنی رہے اور اس کا بھروسہ قائم وبرقرار رہے۔

میاں بیوی کے درجات: بیوی کو ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مرد کا اپنے برابر سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے۔یہ فطری بات ہے کہ مرد وعورت کبھی برابر نہیں ہوسکتے ۔مرد بنیادی امور دیکھتا ہے تو عورت ان کے لوازمات کا اہتمام کرتی ہے اس لیے اگر کوئی بحران درپیش ہو تو باہمی رضامندی اور وسعت نظری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے باہر نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔عورت کا رویہ ہمیشہ منطقی نہیں ہوتا کیونکہ اس کے جذبات اکثر اس کی عقل پر غالب رہتے ہیں۔وہ اپنی کہی ہوئی ہر بات کا محاسبہ یا تجزیہ بھی نہیں کرتی بلکہ توقع رکھتی ہے کہ مرد اس کی تلوّن مزاجی کو نظرانداز کرے اور اس کی باتوں اور غیراہم مطالبات پر غصہ نہ کرے۔

خشک مزاجی کا نقصان: میاں بیوی کے درمیان تعلقات میں روکھاپن اور خشک مزاجی کی ذمہ دار صرف عورت نہیں ہوتی کیونکہ اکثر اسے ایسی کیفیات کا سامنا رہتا ہے جو بے چینی، چڑچڑاپن اور کشیدگی کا باعث بنتی ہیں۔مثال کے طور پر بچوں کی تربیت کے سلسلے میں اسے بہت سی پریشانیاں لاحق رہتی ہیں، ماہواری کے ایام میں ہارمون کی کمی وزیادتی سے بھی دباؤ کا شکار رہتی ہے اور اسے پریشانی لاحق رہتی ہے۔ان تمام کیفیتوں کا ایک شوہر کو پوراپورا ادراک ہونا چاہیے۔جب کاروبار میں مشکلات درپیش ہوتی ہیں تو مرد بھی روکھاپن کا شکار ہوجاتا ہے اور اس کے اثرات ازدواجی وعائلی زندگی پر لازمی طور پر پڑتے ہیں۔لڑائی جھگڑا ہوتا ہے اور مشکلات آتی ہیں۔لہٰذا دونوں کو یہ باتیں سمجھنی چاہئیں اور ایک دوسرے کے حق میں خود ہی عذر تلاش کرکے معذور سمجھنا چاہیے۔

غیرت وحمیت کا خیال: میاں بیوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کی غیرت وحمیت کو سمجھنے کی کوشش کریں خاص کر جبکہ وہ حد کے اندر ہوں تاکہ غیرت شک کا روپ نہ دھار لے اور پھر سامنے والے کا محاصرہ، خیانت کا الزام اور محاسبہ ہونے نہ لگ جائے جو کہ ایک خطرناک صورت حال بن کر ابھرے گی۔

باہم رائے ومشورہ: ایک دوسرے کو رائے ومشورے میں شریک رکھنا چاہیے۔اس کا مطلب یہ قطعاً نہیں کہ اس سے شوہر کی بالادستی میں کمی آجائے گی کیونکہ فیصلہ مرد ہی کو کرنا ہے۔بیوی جب اپنے شوہر کی زبان سے سنے گی کہ وہ اس سے کسی اہم معاملے میں رائے لینا چاہتا ہے تو اس سے اس کی نفسیات پر زبردست مثبت اثر پڑے گا۔اسے محسوس ہوگا کہ اس کے شوہر کے نزدیک اس کا کوئی مقام ہے اس سے اس کے اندر ہمت افزائی کا احساس پیدا ہوگا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صحابۂ کرام سے بال منڈانے اور مدینہ لوٹنے کو کہا تو صلح حدیبیہ کے غیرمتوقع فیصلے سے وہ حیران وششدر رہ گئے چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل میں پس وپیش کیا۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیران وپریشان ہوکر ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور اس کیفیت کو دور کرنے کے لیے مسئلہ کا حل دریافت کیا تو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے تجویز پیش کی کہ آپ لوگوں کے سامنے جائیے اور خود اپنے بال منڈا لیجیے، چونکہ آپ ان کے لیے اسوہ ونمونہ ہیں، وہ آپ کو دیکھ کر اپنے بال

(بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

آنکھوں کی اہمیت

شفیع محمد ایڈوکیٹ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔انہیں نعمتوں میں سے اللہ رب العزت کی عطا کردہ آنکھ بھی ہے جو ایک نعمت عظمیٰ ہے۔تصور کیجئے اگر آنکھیں نہ ہوتیں تو انسان کی زندگی اجیرن ہوجاتی۔آنکھیں نہ ہونے سے انسان دیگر نعمتوں سے بھی لطف اندوز نہیں ہو پاتا۔کتنا مشکل ہوجاتا زندگی گزارنا۔قدرت کے حسین مناظر ہم آنکھوں کی بدولت ہی دیکھ پاتے ہیں۔شاعر بھی حسین مناظر کی منظر کشی آنکھوں کی بدولت ہی کرپاتا ہے۔آنکھوں کی اہمیت کا اندازہ ہم کسی نابینا شخص کو دیکھ کر کر سکتے ہیں۔اس دنیا میں جو بھی چیزیں مختلف رنگوں اور شکلوں میں نظر آرہی ہیں وہ سب آنکھوں کا ہی کرشمہ ہے۔جب ہم کسی قسم کا شربت یا جوس پیتے ہیں تو اس میں پڑے تنکے کا پتہ بھی آنکھیں دیتی ہیں۔کپڑوں میں لگی آلودگی کو بھی ہم آنکھوں کے باعث ہی جان پاتے ہیں۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کی اہمیت کا احساس دلانے کے لئے فرمایا ہے۔

”کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں۔“(سورہ بلد ۸) میں تو یہ کہوں گا کہ آنکھیں ہیں تو جہان ہے۔اس عظیم نعمت (آنکھوں) کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

نوازا جس نے مجھ کو نعمتوں سے
شکر واجب ہے مجھ پر اس خدا کا
(راقم)

ہمیں اپنی حالت پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔عصر حاضر میں جن حالات سے ہم دو چار ہیں ان سے چشم پوشی مناسب نہیں ہے۔جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں۔ان کا ہمیں حکمت ودانائی سے حل نکالنا ہے۔

حالات کا کروذرا حکمت سے سامنا
مٹ جائے گا وہ جو بھی حوادث سے ڈر گیا
(راقم)

بہرکیف موجودہ حالات میں جو کچھ ہورہا ہے۔یا آگے جس کے ہونے کا امکان ہے ہمیں اس پر آنکھیں بند نہیں کرنی ہے ہمیں ان حالات پر نظر رکھنی چاہیے۔

ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے ہونے والا ہے
دھرا کیا ہے بھلا عہد کہن کی داستانوں میں
(اقبال)

آنکھوں کی ہماری زندگی میں بہت اہمیت ہے۔مگر ہمیں ان کا استعمال بہتر طریقے سے کرنا چاہیے۔ہمیں اپنی آنکھوں سے دوسروں کے عیب نہیں ٹٹولنا چاہیے دوسروں کی بھلائی اور اپنی برائی پر ہماری نظر ہونی چاہیے،اگر ہم ایسا کریں گے تو ہمیں کوئی برا نظر نہیں آئے گا۔

نہ تھی حال کی ہمیں اپنے خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب وہنر
جب پڑی اپنی برائیوں پہ نظر تو نظر میں کوئی برا نہ رہا
(بہادر شاہ ظفر)

ہمیں اپنے بچوں کی تعلیم پر بھی نظر رکھنی ہے۔تعلیم کے بغیر ہمارے بچوں کا ترقی کرنا بعید از امکان ہے۔تعلیم کے بغیر نہ ہم اپنی ترقی کر سکتے ہیں اور نہ اپنے ملک کی ترقی میں معاون ومددگار ہوسکتے ہیں۔بے علم ہونے کے ساتھ ساتھ ہم پر غفلت بھی طاری ہے۔

بے علم بھی ہم لوگ ہیں اور غفلت بھی ہے طاری
افسوس کہ اندھے بھی ہیں اور سوبھی رہے ہیں
(اکبر)

علم زندگی کی روح ہے۔علم کے بغیر انسان نامکمل ہے۔دنیا میں کوئی قوم اگر بے علم وبے ہنر ہے تو ہمیں تنزلی کی زندگی گزارنی پڑے گی۔

کہتے ہیں لوگ علم سے ہے زندگی روح
بے علم ہے اگر تو وہ انساں ہے ناتمام
بے علم وبے ہنر ہے جو دنیا میں قوم
نیچر کا اقتضا ہے رہے بن کر وہ غلام
(اکبر)

بہرحال بغیر علم کے کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی مگر تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم پر بھی ہماری نظر مرکوز ہونی چاہیے۔نور دین کو نظر انداز کر کے ترقی کرنا بے معنی ہے۔

ترقی پاتے ہیں لڑکے ہمارے نور دیں کھوکر
یہ کیا اندھیر ہے بجھ لیتے ہیں یہ تب چمکتے ہیں
(اکبر)

آنکھیں ہماری زندگی کے لئے بہت کارگر ہیں۔جب زبان ساتھ دینے سے قاصر ہوجاتی ہے تب دل کی ترجمانی آنکھیں کرتی ہیں۔

ترجمانی دل کی پھر آنکھوں نے کی
پھر فضا میں رنج چھایا دیر تک

اگر ہم نابینا نہیں ہیں تو ہمیں سماج کے ان پسماندہ افراد پر بھی نظر ڈالنی پڑے گی جو اپنی ناداری کے باعث دو وقت کی روزی روٹی کا بندوبست بھی نہیں کر پاتے۔

اگر خدا نے ہمیں آنکھیں دی ہیں تو مساکین یتیم، غریب اور پریشان حال لوگوں پر بھی ہماری نظر مرکوز ہونی چاہیے۔ سماج کی ایسی بیوہ مستورات جو مفلسی کا شکار ہیں ان پر بھی مخیر حضرات کی نظر کرم ہونی چاہیے۔

اس کے علاوہ دینی مراکز پر بھی ہماری نظر مرکوز ہونا ضروری ہے۔ دینی مدارس ومکاتب کا جاری رہنا قوم کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ مذکورہ مدارس ومکاتب سے جو حضرات ہمارے پاس تعاون کے سلسلے میں آتے ہیں تو ہماری ان پر نظر نہیں پڑتی یا پڑتی ہے تو ہم اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ دینی اداروں کو قائم ودائم رکھنے کے لئے تعاون کے تعلق سے آنے والے حضرات پر بھی نظر تعاون رکھنا بے حد ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں کوتاہ دستی سے نہیں دست تعاون سے کام لینا چاہیے۔

اسلامی تہذیب وتمدن کو باقی رکھنے کے لئے مذکورہ اداروں کا جاری وساری رہنا ناگزیر ہے۔ ہمیں اپنے گرد وپیش رونما ہونے والے حادثات واموات پر بھی نظر رکھنا ہے۔ ہم یہ نہ سوچیں کہ اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ خدا نہ کرے ہم بھی ان حالات سے دوچار ہو سکتے ہیں۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

ہمیں اپنی آخرت کو بھی پیش نظر رکھنا ہے اس کے لئے ہمیں اللہ کے خوف سے اپنی چشم تر کر لینا چاہیے۔ بہترین ہیں وہ آنکھیں جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے اشکبار ہو جائیں۔

بہر کیف ہمیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل پیرا ہوتے ہوئے لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دینا ہے اور بری باتوں سے روکنا ہے لوگوں کو شرک وبدعت سے روکنے اور توحید وسنت پر گامزن کرنے کی کوشش کرنی ہے۔

جب زبان گنگ ہو جاتی ہے اور فرط جذبات میں ہم زبان سے الفاظ ادا کرنے میں قاصر ہو جاتے ہیں تو آنکھوں سے اشکوں کی روانی ناظرین کو دل کی کیفیت اور احساس کا پتہ دیتی ہے۔ جب زبان سے بات کرنے سے راز افشاں ہونے کا خدشہ ہو تو ہم آنکھوں سے کام لیتے ہیں۔ اور آنکھوں سے اشارہ کر کے سامنے والے شخص کو بولنے سے روک دیتے ہیں۔ مہمانوں کے سامنے اپنے بچوں کی نازیبا حرکت کو ہم آنکھوں کے اشارے سے روک دیتے ہیں۔ اس طرح آنکھیں ہماری زندگی میں بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ یہ پیغام دینے کا بھی کام کرتی ہیں اور پیغام لینے کا بھی۔

آنکھوں کی عجیب وغریب حقیقت ہے۔ فرط غم اور خوشی دونوں صورتوں میں یہ اشکبار ہو جاتی ہیں۔ ہمیں اپنی آنکھوں کا غلط استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

ہمیں اپنی نظر پر کنٹرول رکھنا چاہیے کسی مرد کو غیر ونامحرم عورت پر اور کسی عورت کو غیر ونامحرم مرد پر غلط نظر نہیں ڈالنی چاہیے۔ غلط نظر ہی فتنوں کو جنم دیتی ہے اور نظر کے بعد ہی برائی آگے بڑھتی ہے۔ اس لئے ہمیں نظر پر نظر رکھتے ہوئے محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم میں مرد اور عورت دونوں کو اپنی نگاہیں نیچی اور پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

''مسلمان مردوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ (سورہ نور: ۳۰) مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں۔ (سورہ نور: ۳۱)

آنکھوں کی انسان کی زندگی میں بہت اہمیت ہے مگر شرط یہ ہے کہ غصہ آنے پر ہم اپنی آنکھیں لال نہ کریں اور نہ کسی غریب کو آنکھیں دکھائیں۔ ہم اپنی آنکھوں سے برہنہ تصویر بھی نہ دیکھیں۔ ہمیں اپنی آنکھوں سے ملک کی ترقی پر بھی نظر رکھنا ہے۔ ہم سرکاری املاک کو کسی بھی صورت میں برباد نہ ہونے دیں۔ ہم اپنے برادران وطن کے ساتھ مل کر کام کریں۔ ہمیں قومی یکجہتی پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔ ہم برادران وطن کے ساتھ خلوص ومحبت کا مظاہرہ کریں۔ ان کی خوشی وغم میں ضرور شمولیت اختیار کریں۔ مذہب کی بنیاد پر تفریق مناسب نہیں ہے کیوں کہ مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا۔

اللہ نے اگر آنکھیں دی ہیں تو ہمیں حق وباطل کی تمیز بھی ہونی چاہیے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمیں اپنی آنکھوں کا غلط استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

مکتبہ ترجمان کی
نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	30/-
چمن اسلام اول	24/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	30/-
چمن اسلام چہارم	34/-
چمن اسلام پنجم	40/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	188/-

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کا پیغام اہل قصیم کے نام

مولانا عزیز احمد مدنی
استاد المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، اوکھلا، نئی دہلی

سعودی عرب کی سرزمین اوراس کی راجدھانی ریاض کے شمال مغرب میں عینیہ نامی شہرواقع ہے،اسی شہرومقام سے بارہویں صدی ہجری کے وسط میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی دعوت و دینی تحریک شروع ہوئی ، آپ کی دعوت خالص کتاب وسنت پرمبنی تھی،آپ کی دعوت میں توحید پرزور،شرک وبدعات کے اعمال کی تردیداور اوہام وخرافات سے امت کونجات دلانے اور ایک صالح اسلامی معاشرہ تشکیل دینے پر خاص توجہ رہی ہے ۔ اسی طرح شریعت مطہرہ کے نفاذ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مقاصد بھی آپ کی توجہ کا مرکز تھے،اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کوجو کامیابی نصیب فرمائی اس کے ثمرات نمایاں اورواضح ہیں۔

انسانی تاریخ بتاتی ہے کہ حق کی مخالفت کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے، چنانچہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے مخالفین بھی پیدا ہوئے، ان میں بعض جن کی مخالفت کسی بنیاد پر قائم تھی وہ اس پہلو کی وضاحت اوراشکال کے رفع ہونے کے بعد ان کی دعوت کے حامی بن گئے ،لیکن جن کی مخالفت حرص وطمع اور ہوائے نفس پر قائم ہو،ان کا کوئی علاج نہیں ، یہ طبقہ آج بھی اپنی الجھنوں میں گرفتار ہے،اورشیخ الاسلام کی دعوت وتحریک ، اس کے حامیوں کے تئیں شیطانی وسوسے کا شکاراور اپنے نفس کا اسیر ہے۔اس دعوت وفکر کوزندہ وقائم رکھنے والے افراد، جماعت وتنظیم اورحکومت ایسے لوگوں کونشانے پرہمیشہ سے رہتے رہے ہیں، یہ طرح طرح کے القاب ناپسندیدہ سے یادوموسوم کرتے ہیں اوران پرمختلف قسم کے ہفوات ، الزامات واتہامات عاید کرتے رہتے ہیں تاکہ عوام الناس کا ذہن خراب کرکے ان سے بیزار کرسکیں اور شعائر توحیدکی آنچ سے اپنی آبائی بدعات کوبچائے رکھ سکیں۔

ذیل میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کا ایک رسالہ ومکتوب قارئین کو نذر کیا جارہا ہے، جسے انہوں نے باشندگان قصیم کے لئے تحریر کیا تھا، تاکہ شیخ رحمہ اللہ کے عقیدہ ومنہج اوران کے افکار کی وضاحت ہوسکے، اور شیخ پر بدعقیدگی ، بددینی ، خوارج ورفض اورتکفیرنیز دائرہ اسلام سے ان کے اخراج کا فتوی صادر کرنے والے لوگ اس مکتوب کودیدۂ بصیرت سے دیکھیں اوراس کی روشنی میں اپنی فکرونظراور سوچ کودرست کرلیں، اوراپنے فتاویٰ کی اصلاح کرلیں ۔ نیز اہل سنت والجماعت کے اصول وضوابط اوران کی شاہراہ کومضبوطی سے تھام لیں ،کتاب وسنت کی تعلیمات کو عام کریں اورامت محمدیہ میں اتحاد پیدا کرنے کی سعی کریں اسی میں دنیوی عزوشرف و سربلندی اوراخروی فلاح ونجات اورسعادت ہے۔اورموجودہ وقت کی سخت ضرورت بھی ہے۔

شیخ رحمہ اللہ اپنے مکتوب میں تحریرفرماتے ہیں:''میں اللہ تعالیٰ کوشاہداوراپنے ہمراہ موجودفرشتوں اورآپ تمام لوگوں کوگواہ بناکرکہتا ہوں کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو فرقۂ ناجیہ اہل سنت والجماعت کا ہے،یعنی اللہ تعالیٰ پرایمان لانا،اس کے فرشتوں ، اس کی نازل کردہ کتابوں،اس کے رسولوں،اورموت کے بعددوبارہ زندہ کئے جانے ، اورتقدیرکے خیروشرپرایمان لانا۔

اللہ پرایمان میں سے یہ بھی ہے،کہ اللہ تعالیٰ نے جن صفات سے اپنے آپ کو متصف کیاہےاوراپنی کتاب میں بزبان رسالت واقف کرایاہےاس پربلاکسی تحریف و تعطیل اورتمثیل وتبدیل کے ایمان لانا، بلکہ میرا عقیدہ ہے کہ اللہ کی ذات بے مثال ہے،اس کے مثل کوئی چیزنہیں،اوروہ سمیع وبصیرہے۔اللہ نے جن صفات سے اپنے آپ کومتصف کیا ہے میں اسے ثابت مانتا ہوں،اس کی نفی نہیں کرتا،اورنہ ہی الفاظ کے معانی میں تغیروتبدل کرتا ہوں،اس کے اسماء وصفات میں الحادنہیں کرتا،اس کی صفات کی کیفیت بیان نہیں کرتا،اس کی صفات کی تمثیل وتشبیہ اس کی مخلوق کی صفات سےنہیں کرتا، کیونکہ اللہ کی ذات بے مثال ہے،اس کے اسماء وصفات میں بھی اس جیسا کوئی نہیں،اس کے مثل کوئی نہیں،اس کی صفات کا قیاس مخلوق سےنہیں کیا جاسکتا، اللہ تعالیٰ اعلم بنفسہ ہے اور دوسروں کے بارے میں بھی اعلم بغیرہ ہے۔اس کا کلام احسن واصدق ہے،اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کوان تمام صفات سے مبراومنزہ کیا ہے جن مخالفین یعنی اہل تکییف وتمثیل نے اللہ کومتصف کیا ہے،یااہل تحریف وتعطیل نے ان صفات کی نفی کی ہے،اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے: سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الصافات:۱۸۰-۱۸۱)

فرقۂ ناجیہ''افعال باری تعالیٰ'' کے باب میں قدریہ اورجبریہ کے مابین ہیں، یعنی معتدل ومتوسط طریقہ اپناتے ہیں۔اسی طرح ''وعید'' کے باب میں مرجیۂ اور وعیدیہ، نیز''ایمان ودین'' کے باب میں حروریہ ومعتزلہ اورمرجیۂ وجہمیہ کے مابین اعتدال کی راہ اپناتے ہیں۔''اصحاب رسول ﷺ'' کے باب میں روافض اورخوارج کے مقابل معتدل رائے اورفکراختیار کرتے ہیں۔

میرا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے، اللہ کی طرف سے نازل کیا ہوا غیر مخلوق ہے، اللہ ہی سے اس کی ابتداء ہوئی اور اسی کی طرف عود کر جائے گا، اللہ تعالیٰ نے حقیقت میں کلام کیا، اور اسے اپنے بندے اور رسول پر نازل فرمایا، اس کی وحی کے امین اور اس کے اور بندوں کے مابین سفیر ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں۔

میں یہ بھی ایمان رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ''فعال لما یرید'' ہے، یعنی اللہ جو چاہے کرتا ہے، اور کوئی شئی اس کے ارادے کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہوتی، اور نہ ہی اس کی مشیت سے خارج ہوتی ہے، کائنات میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اس کی تقدیر اور قدرت سے خارج ہو۔ تمام چیزوں کا صدور اس کی تدبیر سے ہی ہوتا ہے، محدود و متعین تقدیر سے کسی کو مفر نہیں، اور لوح مسطور میں جو رقم کر دیا گیا اس سے کسی کو رستگاری اور تجاوز بھی نہیں۔

موت کے بعد وقوع پذیر ہونے والی جن تمام باتوں کی خبر صادق و مصدوق نبی ﷺ نے دی ہے، میں اس پر ایمان و یقین رکھتا ہوں، یہ میرا عقیدہ ہے۔ چنانچہ قبر اس کی نعمت و آسائش اور اس کے عذاب پر ایمان رکھتا ہوں۔ جسم میں اعادہ روح، رب العالمین کی جناب میں لوگوں کا قیام، میدان و مقام حشر میں لوگوں کا ''حفاۃ'' ننگے پاؤں ''عراۃ'' ننگے بدن ''غرلا'' غیر مختون حالت میں ہونا، سورج کا قریب ہونا، میزان کا نصب کیا جانا، بندوں کے اعمال کا وزن کیا جانا، بندوں کے صحائف یعنی نامہ اعمال کو ان کے سامنے نشر کیا جانا، اور اعمال نامے کو بعض کے داہنے ہاتھ اور بعض کو بائیں ہاتھ یا بائیں جانب دیا جانا، ان تمام باتوں پر ایمان رکھتا ہوں۔ یہ حق و برحق ہے۔ یہ میرا عقیدہ ہے۔

اسی طرح عرصہ قیامت میں محمد ﷺ کے حوض کی بابت ایمان و یقین رکھتا ہوں کہ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ حلو اور میٹھا ہے، اور اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں، جس نے ایک مرتبہ اس سے ایک گھونٹ پی لیا وہ اس کے بعد کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ میں یہ بھی ایمان رکھتا ہوں کہ پل صراط جہنم کے ایک گوشہ پر نصب ہوگا، اور لوگ اپنے اعمال کے بقدر اس پر سے گزریں گے۔

میں نبی ﷺ کی شفاعت پر ایمان و یقین رکھتا ہوں، اور یہ کہ آپ ﷺ اول شافع اور اول مشفع ہیں، یعنی سب سے پہلے آپ کو سفارش کی اجازت ہوگی اور آپ کی سفارش قبول ہوگی۔ نبی ﷺ کی شفاعت کا انکار صرف بدعتی اور گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں۔ آپ کی یہ سفارش اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اس کی رضا سے ہی ہوگی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى (الانبیاء:۲۸) نیز فرمایا: '' مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ '' (البقرہ:۲۵۵) اللہ تعالیٰ صرف توحید و اہل توحید سے راضی ہوتا ہے، اور شفاعت کی اجازت صرف اہل توحید کے لئے ہوگی۔ مشرکین کے نصیب میں شفاعت نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: '' **فما تنفعهم شفاعة الشافعين** ''۔

میں یہ بھی ایمان رکھتا ہوں کہ جنت اور جہنم دونوں مخلوق ہیں۔ اور دونوں آج بھی موجود ہیں۔ یہ دونوں فنا نہیں ہوں گی۔ اور یہ بھی کہ مؤمنین بروز قیامت اپنی آنکھوں سے اپنے رب کے دیدار کا شرف حاصل کریں گے جس طرح کہ چاندنی رات میں چاند کا دیدار کرتے ہیں اور اس کی رویت و مشاہدہ میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتے۔

میں یہ بھی ایمان و یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ خاتم النبیین والمرسلین ہیں۔ کسی بھی بندے کا ایمان اس وقت تک صحیح و درست نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان اور آپ ﷺ کی نبوت کی شہادت نہیں دیتا، اور آپ کی امت کے افضل ترین شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر الفاروق رضی اللہ عنہ، پھر عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور پھر علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ بالجنۃ، پھر اہل بدر، پھر اصحاب الشجرۃ اہل بیعت رضوان اور پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین۔

میں اصحاب رسول ﷺ سے ولایت و محبت کرتا ہوں، ان کے محاسن اور خوبیاں بیان کرتا ہوں اور ان سے رضا کا اظہار کرتا ہوں، ان کے لئے استغفار اور ان کی مساوی (عیوب و نقائص) سے دوری نیز ان کے مابین اختلاف وشجار کی بابت سکوت اور اپنی زبان خاموش رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (الحشر:۱۰) پر عمل کرتے ہوئے ان کے فضل کا اعتراف و اعتقاد رکھتا ہوں۔ اور امہات المؤمنین جو ہر طرح کی سوء اور خرابی سے پاک ہیں، ہم ان سے اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہیں، رضی اللہ عنہم جمیعا۔

ہم کرامات اولیاء اور ان کے مکاشفات کا اقرار کرتے ہیں، مگر وہ اللہ کے حقوق میں سے کسی بھی حق کا کچھ بھی استحقاق نہیں رکھتے، اور نہ ہی ان سے ایسی چیزیں طلب کی جائیں گی جس کی قدرت صرف اللہ تعالیٰ ہی رکھتا ہے۔

ہم کسی بھی مسلمان شخص کے لئے جنت یا جہنم کی شہادت نہیں دیتے، سوائے ان اشخاص کے جن کی شہادت و بشارت رسول ﷺ نے دی ہو۔ البتہ محسن اور نیکوکار کے لئے جنت کے امید اور خطا کاروں کی بابت جہنم کا خوف وخدشہ رکھتے ہیں۔ ہم کسی بھی مسلمان کو اس کے گناہ کے سبب اس کی تکفیر نہیں کرتے اور نہ ہی دائرۂ اسلام سے خارج کرتے اور مانتے ہیں... ہم مسلمان امراء وحکام کی سمع وطاعت کو واجب سمجھتے

ہیں خواہ وہ نیک ہوں یا فاجر، جب تک کہ وہ اللہ کی معصیت کا حکم نہ دیں۔ اور جو شخص خلافت وحکومت کا والی ہوا اور عوام الناس نے اس پر اجماع واتفاق کرلیا ہو۔ لوگ اس سے راضی وخوش ہیں۔ یا اس والی یا حاکم سے اپنے زور وقوت سے ان پر غلبہ پا کر خلیفہ یا حکمراں بن گیا ہو، تو اس کی اطاعت واجب ہے، اس کے خلاف خروج کرنا اور اس سے بغاوت کرنا حرام ہے۔ اہل بدعت سے ہجران اور ان سے دوری بنائے رکھنے کو بہتر سمجھتے ہیں، تا آنکہ وہ بدعت سے تائب ہوجائیں، ہم ان کے ظاہر پر حکم لگاتے ہیں اور باطن کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں، اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ دین میں ہر طرح کا احداث بدعت ہے۔

ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایمان قول باللسان، عمل بالارکان اور اعتقاد بالجنان کے مجموعے کا نام ہے۔ طاعت کے اعمال سے ایمان میں اضافہ اور زیادتی ہوتی ہے، اور معصیت کے کام سے ایمان میں نقص اور کمی ہوتی ہے۔ ایمان کی ستر سے زائد شاخیں اور شعبے ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ لا الہ الا اللہ کی شہادت دینا ہے، اور سب سے ادنیٰ راستے اور گذرگاہوں سے اذیت وتکلیف دہ چیزوں کا ہٹا دینا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو شریعت مطہرہ کی ہدایت اور تعلیمات کے مطابق واجب سمجھتے ہیں۔

یہ مختصر عقیدہ ہے جسے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر مرتب وتحریر کیا ہے۔ تا کہ آپ تمام لوگ ہمارے عقیدہ وفکر، منہج اور موقف سے آگاہ ومطلع ہوسکیں. ”واللہ علی ما نقول وکیل“۔

آپ تمام لوگوں سے یہ بات بھی مخفی نہ رہے، کہ جناب سلیمان بن سحیم صاحب کا ایک مکتوب مجھے پہونچا ہے، جو آپ تمام کو بھی پہونچا ہوگا اور اس کے مضمون و مشتملات سے آپ کے علاقہ میں علم سے نسبت رکھنے والے بعض لوگوں نے قبول کرکے اس کی تصدیق بھی کردی ہوگی، جب کہ اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے کہ اس شخص نے ہم پر ایسے امور کی افترا پردازی کی ہے جسے ہم نے قطعا نہیں کہا ہے، اور نہ ہی ان میں سے اکثر باتیں میرے وہم وخیال سے گزریں، ان میں سے چند یہ ہیں:

میرے بارے میں ان کا یہ کہنا ہے کہ:

۱۔ میں مذاہب اربعہ کی کتابوں کو غلط اور باطل قرار دیتا ہوں۔

۲۔ میں کہتا ہوں کہ چھ سو سال سے لوگوں نے کچھ نہیں کیا۔

۳۔ میں اپنے آپ کو مجتہد ہونے کا مدعی ہوں۔

۴۔ میں تقلید سے خارج اور اس کا مخالف ہوں۔

۵۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ علماء کا اختلاف نقمت اور عذاب ہے۔

۶۔ میں توسل بالصالحین کے قائلین کی تکفیر کرتا ہوں۔ نیز ”بوصیری“ کے قول ”یا اکرم الخلق“ کی بنا پر اس کی تکفیر کرتا ہوں۔

۷۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر مجھے قبہ رسول ﷺ کے انہدام پر قدرت حاصل ہوجائے تو میں منہدم کردوں گا، اسی طرح اگر کعبۃ اللہ پر مجھے قدرت حاصل ہوجائے تو اس کے میزاب کو ہٹا کر لکڑی کا میزاب لگاؤں گا۔

۸۔ یہ کہ میں قبر رسول ﷺ کی زیارت کو حرام قرار دیتا ہوں، والدین اور دیگر کی قبروں کی زیارت کا منکر ہوں۔

۹۔ یہ کہ میں غیر اللہ کی حلف یا قسم کھانے والوں کی تکفیر کرتا ہوں۔ اور ابن الفارض، وابن عربی جیسے صوفیاء کی تکفیر کرتا ہوں، اور ”دلائل الخیرات“ و”روض الریاحین“ جیسی کتابوں کو نذر آتش کرنے کا قائل ہوں اور ایسی کتابوں کو ”روض الشیاطین“ سے موسوم کرتا ہوں۔

ان تمام مسائل اور افتراءات کی بابت اور اس کے جواب میں، میں صرف اتنا کہوں گا کہ: ”سبحانک هذا بهتان عظيم“۔ اس سے قبل اور پیشتر محمد ﷺ پر بہتان لگایا گیا کہ وہ عیسی ابن مریم علیہ السلام پر سب وشتم کرتے ہیں۔ نیز صالحین اور بزرگوں کی تنقیص کرتے اور انہیں برا بھلا کہتے ہیں۔ اس طرح کی کذب بیانی اور افتراء پردازی میں ان کے قلب ودماغ اور سوچ وفکر میں کافی یگانگت اور مشابہت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ (سورہ نحل:۱۰۵) نبی ﷺ پر لوگوں نے بہتان لگایا کہ وہ کہتے ہیں کہ ملائکہ (فرشتے) عیسی اور عزیر علیہما السلام جہنمی ہیں، سو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ (انبیاء:۱۰۱)

البتہ کچھ دیگر چند مسائل ہیں وہ یہ کہ میں اس بات کا قائل ہوں کہ انسان کا اسلام اس وقت تک مکمل اور تمام نہیں ہوسکتا، جب تک کہ وہ کلمہ لاالہ الا اللہ کا معنی ومفہوم جان اور سمجھ نہیں لیتا۔ میں اپنے پاس آنے والے ہر شخص کو اس کا معنی و مفہوم بتاتا اور سمجھاتا ہوں۔ میں غیر اللہ سے تقرب کی نذر ماننے والے کی تکفیر کرتا ہوں۔ اور ذبح لغیر اللہ کفر ہے، اور وہ ذبیحہ حرام ہے۔

یہ مسائل حق ہیں۔ اور میں اس کا قائل ہوں، میرے پاس کلام اللہ اور کلام رسول اللہ ﷺ اور علماء متبعین جیسے ائمہ اربعہ کے اقوال پر مشتمل اس بابت دلائل ہیں۔ جب کبھی اللہ کی توفیق حاصل ہوگی تو اس کا جواب کسی رسالہ میں بسط وتفصیل سے دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔ یہ اچھی طرح جان اور سمجھ لو، اور فرمان باری تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (الحجرات:۶) پر غور وفکر کرو اور تدبر سے کام لو۔ انتهى كلام الشيخ. ☆☆

تیسری قسط

ڈاکٹر عبدالعلی ازہریؒ - ایک تعارف

مولانا اسعد اعظمی / جامعہ سلفیہ بنارس

قاہرہ ریڈیو سے وابستگی: قاہرہ میں قیام کے دوران درسی مصروفیات کے علاوہ قاہرہ ریڈیو سے کئی ہندوستانی طلبہ وابستہ تھے جن میں مئو کے یہ تینوں اشخاص بھی شامل تھے۔ دراصل جامعہ ازہر سے طلبہ کو جو وظیفہ ملتا تھا وہ بقدر کفاف یا ''سدرمق'' کے ہی کام کا تھا۔ قاہرہ پہنچنے کے بعد باقاعدہ تعلیم شروع کرنے سے پہلے وظیفے کی رقم ۵/مصری پاؤنڈ اور تعلیم شروع ہونے کے بعد ۷/پاؤنڈ تھی۔ اس رقم سے خورد ونوش کی ضروریات بمشکل پوری ہوتی تھیں۔ ڈاکٹر عبدالعلی خود لکھتے ہیں:

''....وظیفہ پہنچنے کے ساتھ جاری ہوجاتا تھا، لیکن داخلہ نہ ملنے کی وجہ سے صرف پانچ مصری پاؤنڈ ہرماہ ملتا تھا جس میں سے زیادہ تر پیسہ مسالہ جات اور گھی وغیرہ میں صرف ہوجاتا تھا۔ جب داخلہ ہوگیا تو وظیفے کی رقم سات پاؤنڈ ہوگئی وہ بھی کافی نہیں تھی، اس لیے آمدنی کے دوسرے ذرائع کی تلاش رہتی تھی، ایک ذریعہ قاہرہ ریڈیو کے اردو پروگرام کا تھا، کبھی کبھی کسی پروگرام میں حصہ لینے کا موقع مل جاتا تھا اور ڈیڑھ دو پاؤنڈ مزید مل جاتے تھے...'' (مجلّہ افکار عالیہ، مئو، ازہری نمبر، ص:۴۰)

مولانا مظہر احسن لکھتے ہیں:

''ریڈیو قاہرہ کو اپنے اردو اور ہندی پروگرام کے لیے کچھ مترجمین اور اناؤنسروں کی ضرورت محسوس ہوئی، معتبر ذرائع سے اس کا علم ہمیں بھی ہوگیا، دوسروں کی طرح ہم لوگوں نے بھی قسمت آزمائی کی اور انٹرویو میں کامیاب بھی ہوگئے، اس طرح ہم تعلیمی مصروفیات کے ساتھ ساتھ ریڈیو قاہرہ پر بھی ترجمہ اور اناؤنسری کے فرائض انجام دینے لگے۔'' (ایضا، ص:۳۹۷)

ریڈیو کے کام کی نوعیت کیا تھی اس سلسلے میں ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں:

''....ہندی اور اردو میں ایک ایک گھنٹہ کا ڈیلی پروگرام تھا قاہرہ ریڈیو پر، تو اس میں کچھ لوگ کام کرتے تھے۔ ہمارے ساتھی بھی اس میں تھے، تو میں بھی اس کام میں شریک تھا۔ اس کی نوعیت یہ تھی کہ جو بھی مواد ان کو نشر کرنا ہوتا تھا اس کا ترجمہ اور پھر اس کو نشر کرنا دونوں حیثیت تھی۔ اناؤنسر اور مترجم، دونوں نیوز بھی پڑھتے تھے۔ دو دن ہفتے میں نیوز ہوتی تھی، دو دن تبصرہ ٹائپ کی کوئی چیز تھی، اور دو دن ہلکا قسم کا فتوی وغیرہ کی چیز ہوتی تھی، ایک دن چھٹی ہوتی تھی، ہر طرح کی مدد تھی، ان طلبہ کے لیے جو الازہر میں تھے ان کی اسکالرشپ کم تھی، وہ لڑکوں سے اس طرح کا کام لیا کرتے تھے اور بہت محدود تعداد ایسے لڑکوں کی تھی جن کو کوئی کام مل جاتا تھا...'' (ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری: حیات اور علمی نقوش، ص:۱۵۴)

ڈاکٹر شعیب نگرامی جو قاہرہ میں ازہریان مئو سے سینیر ہونے کی بنا پر ان حضرات کے لیے مرشد اور رہنما کی حیثیت رکھتے تھے، قاہرہ ریڈیو میں بھی ان سب کے پیش رو تھے۔ اپنے ایک مضمون میں نگرامی صاحب لکھتے ہیں:

''...دوسری جانب احباب معیار زندگی کو بلند کرنے کے لیے ریڈیو قاہرہ تک رسائی کی جدوجہد میں بھی لگے رہتے تھے۔ میں ریڈیو قاہرہ کی اردو سروس سے ۱۹۶۰ء میں وابستہ ہوچکا تھا۔ آخر کار احباب کی کوششیں کامیاب ہوئیں۔ حافظ جی (ڈاکٹر مقتدیٰ حسن) سعید صاحب، عبدالعلی اور میرے چھوٹے بھائی ہارون نگرامی مرحوم میرے رفیق کار ہوئے اور مظہر اعظمی، طفیل مرحوم اور میرے ایک دوسرے چھوٹے بھائی ڈاکٹر یوسف نگرامی نے شعبۂ ہندی کا مورچہ سنبھال لیا۔ میں ہر منگل کی شام ایک تمثیلی مشاعرہ یہیں کرتا تھا جس میں شرکت کرنے والے طلبہ کو دو دو پاؤنڈ ملا کرتے تھے اور یہ مشاعرہ میں نشر ہونے سے ایک گھنٹہ قبل رکارڈ کیا کرتا تھا.... ہماری اردو سروس کی ایک پیش کش ''سب رنگ'' سامعین میں بہت مقبول تھی، یہ پروگرام براہ راست نشر ہوتا تھا اور اس میں عبدالعلی اور میری اہلیہ ذکیہ پروین سامعین کے خطوط پڑھا کرتے اور میں ان کے جواب دیا کرتا...'' (مجلّہ افکار عالیہ مئو، ازہری نمبر، ص:۱۵۲-۱۵۳)

امریکن یونیورسٹی (قاہرہ) کے ایم اے کا مقالہ: امریکن یونیورسٹی قاہرہ میں ڈاکٹر صاحب کے داخلہ کی پوری تفصیل سابقہ صفحات میں پیش کی جاچکی ہے۔ اس تعلق سے ایک اہم بات جس کا تذکرہ نہ ہوسکا تھا وہاں کے رسالہ سے وابستہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایم اے کے لیے جو مقالہ سپرد قلم فرمایا تھا وہ "عروة بن أذينة: حياته وشعره" کے عنوان سے تھا۔ یہ رسالہ کتابی شکل میں ۱۹۷۶ء میں جامعہ سلفیہ بنارس سے زیور طبع سے آراستہ ہوا۔

کتاب کے مقدمہ میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''هذا الكتاب كان في أصله بحثا قدمته لنيل درجة الماجستير في الأدب العربي من مركز الدراسات العربية بالجامعة الأمريكية بالقاهرة في أواخر سنة ١٩٧٠م، وكنت عازما على إخراجه في شكل كتاب بعد إجراء تعديلات مناسبة، ولكنني لم أتمكن من ذلك آنئذ لأسباب مادية.'' (ص:الف)

مقدمہ کے آخری پیراگراف سے اندازہ لگتا ہے کہ آپ کے رسالہ کے مشرف شیخ محمود محمد شاکر تھے، چنانچہ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"ولا بد أن أقدم خالص شكري للعالم الكبير الأستاذ محمود محمد شاكر الذي لم يضن علي بوقته وإرشاداته القيمة في هذا العمل، وإليه يرجع الفضل في تصحيح معظم الكلمات المحرفة في نسخة منتهى الطلب، فجزاه الله أحسن الجزاء، ونفعنا بطول حياته وعلمه، كما أهدي شكري إلى أساتذتي في الجامعة الأمريكية بالقاهرة، وإلى كل من قدم لي عونا في إعداد هذا الكتاب." (ص:ج)

اسی مقام پر اس امر کا تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امریکن یونیورسٹی قاہرہ کی لائبریری کے شعبۂ عربی کے صدر کے معاون کی حیثیت سے بھی آپ نے دوران تعلیم کام کیا۔

اسی اثناء میں آپ نے مصری ادباء ومفکرین اوران کے ادبی کاموں کی فہرست سازی میں حصہ لیا، چنانچہ آپ اپنی ''سیرہ ذاتیہ'' میں لکھتے ہیں:

"اشتركت في إعداد بيانات ببلوغرافية عن جماعة من الأدباء والعلماء المصريين في مشروع خاص أعده مركز الدراسات العربية بالجامعة الأمريكية بالقاهرة، صدر منه الأجزاء الخاصة بالدكتور طه حسين، وعباس محمود العقاد، وعبد الرحمن شكري، وأحمد أمين، وإبراهيم المازني"

میدان عمل میں: ڈاکٹر صاحب نے مصر جانے سے پہلے مدرسہ فیض عام مئو میں نصف سال تدریسی خدمت انجام دی تھی، یہ ان کی عملی اور بالخصوص تدریسی خدمات کا نقطۂ آغاز تھا، سفر مصر کی وجہ سے یہ سلسلہ جلد ہی منقطع ہوگیا۔ قاہرہ میں تعلیم کے دوران قاہرہ ریڈیو پر جزوقتی خدمات بھی آپ کی غیر مستقل خدمات کا ایک حصہ تھی۔ ان تجربات کا آپ کی صلاحیت اور شخصیت کو نکھارنے میں بلا شبہ اہم رول رہا ہوگا اور اس سے آپ کو مستقبل کی عملی زندگی کے لیے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا ہوگا۔ قاہرہ میں تعلیم کا سلسلہ ایم اے کے مرحلے سے آگے نہ بڑھ سکا۔ پی ایچ ڈی کے لیے تینوں ازاہرہ مئو نے ازہر میں رجسٹریشن کرایا تھا، موضوعات بھی پاس ہو چکے تھے، مشرفین کی تعیین بھی ہوگئی تھی، لیکن مختلف رکاوٹوں کی وجہ سے یہ منصوبہ تشنۂ تکمیل رہ گیا۔ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ١٩٦٧ء میں اور مولانا مظہر احسن ١٩٦٨ء میں وطن واپس آگئے۔ ڈاکٹر عبدالعلی علیہ الرحمۃ امریکن یونیورسٹی سے منسلک ہونے کی وجہ سے ١٩٧٢ء تک وہاں مقیم رہے، البتہ بیچ میں ١٩٦٩ء میں کچھ وقت کے لیے گھر آئے تھے، پھر مصر واپس چلے گئے۔ ڈاکٹر عبدالعلی اپنے بقیہ ساتھیوں سے اس اعتبار سے ممتاز رہے کہ مصر سے آپ ڈبل ایم اے کی ڈگری لے کر لوٹے، ایک علوم شرعیہ میں ازہر سے اور دوسرے عربی ادب میں امریکن یونیورسٹی قاہرہ سے۔

سیاہ بر اعظم کا انتخاب: قاہرہ سے تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ نے باختلاف مراحل تین مقامات پر علمی خدمت انجام دیں۔ یہ تین مقامات تین براعظم سے تعلق رکھتے ہیں: ١- افریقہ، ٢- ایشیا، ٣- یورپ۔ اول وآخر مقام میں درس وتدریس سے وابستہ رہے، جب کہ درمیان کے وقفے میں بحث وتحقیق کے میدان میں خدمات انجام دیں۔ اولین مرحلہ میں درس وتدریس کے لیے کاتب تقدیر نے آپ کے لیے سیاہ براعظم افریقہ مقدر کیا تھا۔ مصر میں تعلیم کے دوران کچھ نائیجیری ساتھیوں کے مشورے پر آپ نے نائیجیریا کا انتخاب فرمایا اور پورے ١٢/ برس یکسوئی ودلجمعی سے وہاں پر اپنے علم وتجربے کا دریا بہاتے رہے۔

نائیجیریا کے شہر کانو میں احمدو بیلو یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات میں لکچرر کے منصب پر آپ کا تقرر ہوا۔ یہ شعبہ عبداللہ بایرو کالج کے ماتحت تھا جو بعد میں (١٩٧٦ء میں) ترقی کر کے بایرو یونیورسٹی بن گیا۔ ان دونوں یونیورسٹیوں میں آپ نے منصبی ترقی کا سفر کچھ اس طرح طے کیا:

لکچرر	١٩٧٢ء-١٩٧٦ء
اسسٹنٹ پروفیسر	١٩٧٦ء-١٩٨١ء
ایسوسی ایٹ پروفیسر	١٩٨١ء-١٩٨٤ء

اس تعلق سے ڈاکٹر صاحب اپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں:

''مدرسہ فیض عام مئو سے فراغت حاصل کرنے کے بعد چھ ماہ تک اسی مدرسہ میں تدریسی فرائض انجام دیے، اس کے بعد مصر جانا ہوا اور تقریباً آٹھ سال تک تحصیل علم میں مشغول رہے، وہیں پر کچھ نائیجیرین احباب سے ملاقات ہوگئی اور انہوں نے نائیجیریا جانے کی رغبت دلائی، پہلے شعبۂ عربی میں لیکچرر کی پوسٹ کے لیے درخواست دی لیکن اس پر ایک مصری ساتھی کا تقرر ہوگیا، پھر شعبۂ اسلامیات میں درخواست دی اور وہاں پر لیکچرر کی حیثیت سے کام کرنے کا موقع ملا، جس یونیورسٹی میں تقرر ہوا تھا اس کا نام ہے احمدو بیلو یونیورسٹی، جس کا ایک کالج اس وقت عبداللہ بایرو کالج کے نام سے چل رہا تھا، شعبۂ اسلامیات اسی کالج میں تھا، بعد میں یہ کالج احمدو بیلو یونیورسٹی سے الگ ہوکر بایرو یونیورسٹی بن گیا، نائیجیریا میں ١٩٧٢ء میں گیا تھا، ١٩٧٦ء میں سینئر لکچرر پر پروموشن ہوا پھر ١٩٨١ء میں ریڈر متعین کیا گیا اور پھر ملک میں سیاسی اور اقتصادی حالات خراب ہوجانے کی وجہ سے نائیجیریا چھوڑنا پڑا، بارہ سال سے زائد کا عرصہ وہاں گزارا اور اللہ کے فضل سے درجنوں طلبہ نے استفادہ کیا۔'' (محدث، بنارس: مارچ ١٩٩٧ء، ص: ٨)

خطبۂ جمعہ اور صلاۃ تراویح میں امامت: نائیجیریا میں یونیورسٹی کیمپس میں نصابی سرگرمیوں کی انجام دہی کے ساتھ ڈاکٹر صاحب جمعہ کا خطبہ بھی دیا کرتے تھے جو عربی زبان میں ہوتا تھا اور بعد از جمعہ اس کا مقامی زبان میں ترجمہ کیا جاتا۔ اس خطبہ کی وجہ سے مسجد کو شہرت ملی اور سامعین کی تعداد روز افزوں بڑھتی گئی۔

کچھ سالوں تک آپ نے تراویح کی نماز میں بھی امامت کی۔ آپ خود لکھتے ہیں:

''...اور اسی یونیورسٹی کی مسجد میں طلبہ کے ساتھ ایک حلقہ مذاکرہ بھی منعقد ہوتا

تھا جن کو اسی بات کی تلقین کی جاتی تھی، جامع مسجد میں خطیب کے فرائض بھی انجام دینا پڑتا تھا، شروع شروع میں صرف ہم دو آدمی تھے، میں اور گامبیا کے ڈاکٹر عمر جاہ جو آج کل البنك الإسلامي للتنمية جدہ میں مستشار کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں، بعد میں دوسرے علماء نے بھی حصہ لینا شروع کر دیا اور اس طرح ہم لوگوں کو کچھ سہولت ہوگئی، جمعہ کا خطبہ عربی ہی میں ہوتا تھا اور نماز کے بعد ایک شاگرد امین الدین ابوبکر ثعالی زبان ہاوسا میں اس کا ترجمہ کرتا تھا، خطبہ کی افادیت کی وجہ سے ہماری مسجد پورے شہر میں سب سے زیادہ مشہور ہوگئی اور وہاں پر جمعہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد شہر کی سرکاری مسجد سے زیادہ ہوگئی۔

نائیجیریا کے طلبہ میں دینی جذبہ تھا اور وہ دین کی بات معلوم کرنے کی جستجو رکھتے تھے، اگرچہ پورے ملک میں مالکی مسلک رائج تھا لیکن ان لوگوں کے اندر کوئی تعصب نہیں تھا، دس سال انھوں نے میرے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھی، تین سال تراویح میں شرکت کی، کبھی کسی نے یہ نہیں پوچھا کہ امام صاحب کس مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔'' (ایضاً ص:۸-۹)

ڈاکٹر صاحب کی نائیجیریا کی بارہ سالہ زندگی بڑی خوش گوار گذری، آپ وہاں ہر اعتبار سے مطمئن تھے۔ وہاں کے عوام وخواص اور طلبہ واساتذہ میں معزز ومحترم تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''....نائیجیریا کے بارہ سال میری تدریسی زندگی کے بہترین سال ہیں، وہاں کے لوگوں کا تعاون، جذبہ اور خلوص ہمیشہ یاد رہے گا۔'' (ایضاً ص:۹)

اپنے ایک عربی مضمون میں آپ لکھتے ہیں:

''وبعد قضاء سنوات في مصر ساقتني الأقدار إلى نيجيريا لأقوم بعمل في التدريس في جامعة بايرو بكانو، وأودي واجبي في التوجيه الديني والتوعية الإسلامية للشعب المسلم هناك، وكانت إقامتي في تلك البلاد موفقة، وحياتي سعيدة، ولكن الأيام دول، فتغيرت الأوضاع في البلاد، وتدهورت الحياة الاقتصادية والاجتماعية مما دفع كثيرا من العاملين فيها إلى الانتقال منها.'' (مجلّہ صوت الامہ بنارس: جولائی ۱۹۸۹ء، ص:۴۳-۴۴)

نائیجریا کی پرسکون اور عزت واحترام کی زندگی جس کی طرف ڈاکٹر صاحب نے محض اشارہ کرنے پر اکتفا کیا ہے، اس کی کچھ تفصیل آپ کے ماموں مولانا حفیظ الرحمٰن اعظمی مدنی حفظہ اللہ کی زبانی ملاحظہ ہو، جنہوں نے خود تین سال وہاں گزارے، اور ایک بار طویل سفر کرکے اپنے عزیز بھانجے سے ملاقات کو تشریف لے گئے۔ مولانا رقم طراز ہیں:

''اس دوران تین سال مجھے بھی نائیجیریا میں کام کرنے کا موقع ملا لیکن ہمارے درمیان فاصلہ وہی ہندوستان جیسا تھا۔ ہندوستان میں جنوب وشمال کی دوریاں تھیں تو نائیجیریا میں مغرب اور شمال کی بڑی طویل مسافت تھی۔ یہاں کی طرح وہاں کا رقبہ بھی ہزاروں میل پر محیط تھا، ایک ہی ملک میں رہتے ہوئے بھی ہم دریا کے دو کنارے تھے، پھر بھی ہمت کرکے ملاقات کے لیے نکل پڑا۔ راستے میں کہاں کہاں پڑاؤ رہا اس کی تفصیل طویل بھی ہے اور دلچسپ بھی، بہرحال تیسرے دن کانو پہنچا۔ یونیورسٹی کا لق ودق احاطہ تھا۔ طول طویل عمارتوں کا ایک جال تھا۔ ایک نوجوان سے میں نے اسلامک اسٹڈیز کا پتہ پوچھا، اس نے سوال کیا کس سے ملنا ہے۔ میں نے ڈاکٹر عبدالعلی کا نام بتایا تو کہا میرے ساتھ چلیے میں انہیں جانتا ہوں۔ کئی عمارتوں سے گذر کر ایک کمرے کے قریب پہنچا کر واپس آگیا۔ کمرے کی دیوار پر تختی جلی حروف میں آویزاں تھی:

A.A.A. Hamid

میں دروازے پر رکا رہا، آپ نے دیکھ لیا اور پہچان بھی لیا جب کہ ہم پندرہ سال بعد مل رہے تھے، خوب بھینچ کر گلے ملے، اپنی کرسی چھوڑ کر میرے بازو میں بیٹھ گئے۔ ادھر ادھر کی، گھر اور زمانے کی خوب باتیں ہوئیں۔ میں نے ان کے ٹھاٹھ دیکھ کر کہا: ''دنیا والے سچ کہتے ہیں، جس کے پاس تین A ہو وہ بڑا خوش نصیب ہوتا ہے۔'' خوب ہنسے اور کچھ دیر بعد گھر لے گئے۔ گھر کی بھی بڑی شان وشوکت تھی اور اہلیہ کا نام بھی اتفاق سے شوکت ہی تھا۔ گھر سے متصل ان کے ملازمین، ڈرائیور، خادم اور مالی کی رہائش کے لیے تین تین کوارٹرس تھے۔ یوں تو نائیجریا میں اساتذہ کے لیے بڑے مان پان کا سامان ہوتا ہے یہاں تو کچھ اور ہی سماں تھا۔ کھانے کے بعد باتوں کا سلسلہ چلا تو پندرہ سالوں کی تلافی کر لی۔ شام میں اپنے احباب سے ملانے کے لیے لے گئے جن کا حلقہ بڑا وسیع تھا، ان میں ہندو پاک اور عرب وعجم سب تھے۔ سرسری ملاقاتیں کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ لکھنؤ کے ایک صاحب تھے عبدالحق تمنا، انہوں نے دیر تک روکے رکھا، چائے پانی کا انتظام لکھنوی تکلفات کے ساتھ منتظر تھا، معلوم ہوا کہ رمضان میں ان ہی کے گھر تراویح کا اہتمام حافظ عبدالعلی کی امامت میں انجام پاتا ہے جس میں خواتین وحضرات کا بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی، میں سوچ رہا تھا ۲۱/دنوں میں جو حفظ قرآن کیا تھا وہ نائیجریا میں بھول بھلا گئے ہوں گے۔ اللہ کا شکر ہے بے پناہ مصروفیات کے ساتھ اپنے حفظ کو بھی محفوظ رکھا تھا، دو چار دن بعد رخصت چاہی تو اجازت نہیں دے رہے تھے۔ اپنی مصروفیات کا حوالہ دے کر خوش گوار یادیں ہمراہ لیے اپنے مستقر ''ایفے ابادان'' واپس ہوگیا۔''

(ماہنامہ راہ اعتدال عمرآباد، دسمبر ۲۰۲۱ء، ص:۴۲-۴۳)

ڈاکٹریٹ کی ڈگری: سطور سابقہ میں یہ بات گذر چکی ہے کہ مصر میں آپ نے ڈبل ایم اے کیا، نیز پی ایچ ڈی کے لیے بھی ابتدائی کارروائی تکمیل کو پہنچ چکی تھی لیکن بوجوہ یہ کام وہاں انجام نہ پاسکا۔ نائیجیریا میں تدریس کے پیشہ سے وابستہ ہوجانے اور آسودہ وخوش حال زندگی گذارتے ہوئے بھی آپ ایک طرح کی علمی تشنگی برابر محسوس کر رہے تھے اور ڈاکٹریٹ کے مرحلہ کو عبور کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے، وہاں کے علمی اور پرسکون ماحول نے مہمیز کا کام کیا اور اس کام کے لیے کمر کس لی، چنانچہ ایک مشہور نائیجیریائی عالم دین اور ان کی علمی خدمات کو آپ نے اپنے مطالعہ اور

ریسرچ کا موضوع بنایا۔کئی سالوں کی مسلسل جدوجہد کے بعد "عبد الله بن فودي مفسرا" کے موضوع پر اپنا رسالہ پیش کرکے احمدو بیلو یونیورسٹی سے آپ نے ۱۹۸۰ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

مولانا عبدالوہاب حجازی نے ایک انٹرویو میں آپ سے پی ایچ ڈی کے رسالہ کے بارے میں سوال کیا تھا، آپ کا جواب کچھ اس طرح تھا:

”میں نے جس مفسر پر مقالہ پیش کیا ان کا نام عبداللہ بن فودی ہے، وہ انیسویں صدی کے ایک بہت بڑے مصلح اور عالم دین شیخ عثمان بن فودی کے بھائی تھے، شیخ عثمان کی تحریک بدعات اور خرافات کے خلاف تھی، انہوں نے اسلام کی صحیح تعلیم کو عام کرنے اور بدعت کا قلع قمع کرنے کے لیے جہاد کا اعلان کیا تھا اور موجودہ نائیجیریا کے پورے شمالی حصہ پر ایک اسلامی خلافت طرز کی حکومت قائم کی جسے انگریزوں نے ۱۹۰۳ء میں ختم کیا، اس خلافت کی سرکاری زبان عربی تھی اور شیخ عثمان اور ان کے بھائی عبداللہ اور شیخ عثمان کے صاحبزادے محمد بیلو نے عوام کو اسلام کی صحیح تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لیے سینکڑوں رسالے اور کتابیں عربی میں لکھیں۔ شیخ عبداللہ کا میلان تعلیم اور توجیہ کی طرف زیادہ تھا، اس علاقہ میں اس وقت درسی کتابوں کی کمی تھی، انہوں نے ہر فن میں طلبہ کے لیے کتابیں تصنیف کیں، اور دو تفسیریں عربی میں لکھیں، ان سے پہلے مغربی افریقہ میں کسی عالم کی کوئی تفسیر نہیں ملتی، ان کی لمبی والی تفسیر کا نام ہے ”ضياء التأويل في معاني التنزيل“ جس میں انہوں نے بیضاوی، جلالین، احکام القرآن، تفسیر ابن عطیہ اور دوسری بہت سی قدیم تفسیروں سے استفادہ کیا ہے، میں نے شیخ عبداللہ کی قرآن کریم سے متعلق علمی خدمات کا جائزہ اپنے مقالے میں پیش کیا ہے، الگ سے میں نے ”ضياء التأويل“ کی تحقیق بھی کرلی تھی جسے بیروت کے دار العربية للطباعة والنشر کو طباعت کے لیے دے دیا تھا، لیکن بدقسمتی سے بیروت کی خانہ جنگی کے دوران مسودہ غائب ہوگیا اور کتاب طبع نہ ہوسکی، دو ہزار چار سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب طلبہ کے لیے اور خاص طور پر اس علاقے کے طلبہ کے لیے ایک بہترین ماخذ ثابت ہوسکتی تھی۔“ (محدث بنارس، مارچ ۱۹۹۷ء، ص:۱۵)

مولانا حفیظ الرحمٰن اعظمی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

”تدریس کے دوران ہی نائیجیریائی عالم عبد اللہ بن محمد فودی (۱۷۶۷ء-۱۸۲۸ء) کی چار جلدوں پر مشتمل تفسیر ”ضياء التأويل في معاني التنزيل“ کی تحقیق ودراسہ کی بحث پیش کرکے درجہ امتیاز میں سند حاصل کی۔ نائیجیریا کے مصنف پر پی ایچ ڈی کرنے کی وجہ سے وہاں آپ کی بڑی قدر ومنزلت ہوگئی کہ ایک ہندوستانی نے یہ کام انجام دیا۔“ (ماہنامہ راہ اعتدال عمرآباد، دسمبر ۲۰۲۱ء، ص:۴۲)

کچھ مزید علمی کام: نائیجیریائی مصنف کی تفسیری خدمات پر ڈاکٹریٹ کا رسالہ اور پھر ان کی چار جلدوں پر مشتمل تفسیر کی تحقیق وتخریج کرلینے کے بعد آپ نے بحث وتحقیق کا دروازہ بند نہیں کردیا کہ مقصود حاصل ہوچکا ہے اور مزید محنت کی کیا ضرورت؟ بلکہ اس عمل اور اس تجربے نے آپ کے علمی وتحقیقی ذوق وشوق کو بھڑکا دیا، چنانچہ یکے بعد دیگرے متعدد چھوٹے بڑے رسائل اور کتابوں کو مخطوطات کی تاریک دنیا سے نکالا اور تحقیقی عمل سے گزار کر شائقین علم کے ہاتھوں تک پہنچایا۔

اس عہد کی آپ کی علمی خدمات میں عبداللہ بن فودی سے متعلق مذکورہ دونوں علمی کاموں کے علاوہ رامہرمزی کی ”كتاب أمثال الحديث“ ابن ابی عاصم کی ”كتاب الزهد“ وغیرہ شامل ہیں۔ یہ دونوں کتابیں آپ کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۸۳ء میں الدار السلفیہ ممبئی سے شائع ہوئیں۔

بایرو یونیورسٹی میں تدریس کے دوران ۱۹۷۷-۱۹۷۸ء میں وہاں کے مكتب التحقيق العلمي کے مدیر بھی رہے۔

عالمی کانفرنسوں میں یونیورسٹی کی نمائندگی:

احمدو بیلو یونیورسٹی اور بایرو یونیورسٹی کی بارہ سالہ زندگی میں آپ نے متعدد مقامی وعالمی سیمیناروں اور کانفرنسوں میں شرکت کی اور اپنا وقیع مقالہ پیش کیا، چنانچہ:

- ۱۹۷۳ء میں پیرس میں منعقد ہونے والی مستشرقین کی ۲۹ رویں کانفرنس میں آپ نے شرکت کی اور ”التأثير الجاهلي في شعر صدر الإسلام“ کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔
- ۱۹۷۷ء میں جامعۃ الملک عبدالعزیز جدہ میں حج سے متعلق مرکز أبحاث الحج کی طرف سے منعقد ہونے والے سیمینار میں شرکت فرمائی۔
- ۱۹۷۷ء میں بایرو یونیورسٹی میں ”اسلامی تربیت“ کے موضوع پر منعقد ہونے والی کانفرنس میں ”خصائص الحضارة الإسلامية“ کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔

نائیجیریائی دور کے عربی مقالات: مذکورہ بالا گوناگوں علمی، دعوتی وتدریسی مصروفیات کے ساتھ ہی آپ وقتاً فوقتاً مختلف حساس موضوعات پر مضامین ومقالات بھی سپرد قلم فرماتے تھے۔ برادرم حافظ محفوظ الرحمٰن سلفی (امین المكتبة العامة، جامعہ سلفیہ) نے محدث اور صوت الامہ وغیرہ میں شائع شدہ آپ کے مقالات کی فہرست بنائی ہے۔ ان مقالات کی اشاعت کی تاریخوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۷۳ء تا ۱۹۸۴ء (نائیجیریائی دور) میں آپ کے درج ذیل چھ عربی مقالات شائع ہوئے۔ اس وقفے میں ماہنامہ محدث میں کوئی مضمون نظر نہیں آتا۔

۱- الزواج والطلاق في الإسلام
ذو القعدة ۱۳۹۳ھ = دسمبر ۱۹۷۳ء
۲- القرآن والمستشرقون
ذو القعدة ۱۳۹۶ھ = نومبر ۱۹۷۶ء
۳- الحضارة الإسلامية: خصائصها ومقوماتها شعبان ۱۳۹۷ھ = اگست ۱۹۷۷ء
۴- المسلمون والاحتفال بالمولد النبوي

ربیع الأول ۱۳۹۸ھ = مارچ۱۹۷۸ء

۵- التفسير الفقهي للقرآن الكريم (۱)

رمضان ۱۴۰۰ھ = جولائی۱۹۸۰ء

التفسير الفقهي للقرآن الكريم (۲)

شعبان ۱۴۰۰ھ = اگست۱۹۸۰ء

۶-الدعوة السلفية في نيجيريا

ذو القعدة ۱۴۰۴ھ = اگست۱۹۸۴ء

نائیجیریا میں سلفی دعوت کے موضوع پر آپ کا مضمون: عربی مضامین کی مذکورہ فہرست میں ایک تحریر "الدعوة السلفية في نيجيريا" کے عنوان سے بھی ہے۔ دراصل یہ مضمون نائیجیریا میں اسلامی دعوت سے متعلق ایک جامع اور چشم کشا رپورٹ ہے جس میں آپ نے موضوع کا اس طرح احاطہ کیا ہے کہ متعلقہ جزئیہ کی پوری تصویر نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔ البتہ مقالے کا عنوان مضمون کی صحیح ترجمانی نہیں کرتا۔ کیوں کہ یہ عنوان پورے موضوع کا ایک جز ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس مضمون میں نائیجیریا میں اسلامی دعوت کا من حیث الکل جائزہ لیا ہے، اسی ضمن میں سلفی دعوت کا تذکرہ بھی شامل ہے۔ اس مضمون سے ڈاکٹر صاحب کی دعوتی بصیرت کا صحیح اندازہ لگنے کے ساتھ ہی آپ کی تحلیل وتجزیہ کی قوت اور بے پناہ دینی حمیت کی سچی تصویر سامنے آتی ہے۔

اس مضمون میں آپ نے اپنے انتہائی مخلص شاگرد شیخ امین الدین ابوبکر نائیجیریائی کا بھی تعریفی اسلوب میں تذکرہ فرمایا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے ایک انٹرویو میں تذکرہ کیا ہے کہ نائیجیریا میں یونیورسٹی کی مسجد میں آپ عربی زبان میں جمعہ کا خطبہ دیتے تھے تو آپ کے شاگرد ''امین الدین ابو بکر'' اس خطبہ کا مقامی ثقافی زبان ہوسا میں ترجمہ کرتے تھے۔ (محدث بنارس، مارچ ۱۹۹۷ء، ص:۸)

مجھے یاد آرہا ہے کہ ۱۹۸۳ء یا ۱۹۸۴ء کی بات ہے۔ ہم لوگ جامعہ عالیہ عربیہ مئو میں زیر تعلیم تھے۔ ڈاکٹر صاحب اپنے ایک نائیجیریائی شاگرد کو بھی سالانہ چھٹی میں اپنے ساتھ وطن لائے تھے، جامعہ عالیہ عربیہ میں ان کا ایک استقبالیہ پروگرام ڈومن پورہ میں واقع ادارہ کی قدیم عمارت کے گراؤنڈ فلور پر گیٹ کے سامنے پورب کی طرف ہال میں منعقد ہوا تھا۔ آپ کے اس عزیز شاگرد نے عربی میں تقریر کی تھی۔ مولانا انصار زبیر محمدی نے ڈاکٹر صاحب کی وفات کے بعد ایک تاثراتی تحریر میں تذکرہ کیا ہے کہ وہ مہمان آپ کے یہی شاگرد امین الدین ابوبکر تھے۔ واضح ہو کہ مولانا انصار زبیر مدرسہ عالیہ میں ہم لوگوں سے دو یا تین سال جونیئر تھے۔

(جاری)

(بقیہ صفحہ ۱۰ کا)

سے ان کے نفوس کی آلائشوں کو قرآن وسنت کی ضیا باری سے صاف کیا جاتا ہے۔ وہ اسلامی دعوت کی نشر واشاعت کی سب سے اہم اور متبرک جگہیں ہیں۔ وہ اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کے معاملے میں یونیورسٹی کی بلکہ اس سے بھی کہیں عظیم حیثیت رکھتی ہیں۔ یہاں پر ذرا سا رک کر یہ دیکھ لیا جانا چاہیے کہ کیا واقعی ہماری مسجدیں بروقت ان دو عظیم کرداروں کو نبھا رہی ہیں؟ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے اپنی مساجد کو ان دو مشنوں سے پوری طرح محروم کر دیا ہے۔ مکاتب کو ہم نے مدارس میں منتقل کر دیا ہے جس سے ان کے تعلیمی مشن کو سخت دھچکا لگا ہے۔ ہماری بیشتر مساجد آج بھی دروس قرآن وحدیث سے خالی اور محروم ہیں۔

مسجدیں کبھی مسلم شورائیت کی اہم ترین جگہیں بھی ہوا کرتی تھیں۔ ذرا تصور کے پروں سے اڑان بھر کر چودہ سو سال پیچھے چلیے اور دیکھیے، یہ مسجد نبوی ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے اقتصادی، دینی، سماجی اور معاشرتی مسائل پر رائے مشورہ کر رہے ہیں۔ سرایا بھیجے جا رہے ہیں۔ عاملین زکاۃ کا انتخاب عمل میں آ رہا ہے۔ تعلیمی کارواں ترتیب دیے جا رہے اور انہیں روانہ کیا جا رہا ہے۔ داعیانِ اسلام کی بعثت عمل میں آ رہی ہے۔ اسی جلو میں وحدتِ اسلامی کی جلوہ خیزیاں دنیا والوں کی نگاہوں کو خیرہ کیے دے رہی ہیں۔ اصلاحِ معاشرہ کے لیے منصوبے ترتیب دیے جا رہے اور ان کی تکمیل کے راستے تلاش کیے جا رہے ہیں۔ یعنی مسجد سے ہر وہ کارِ خیر لیا جا رہا ہے جس سے انسانیت کی فلاح وبہبود کے دروازے وا ہوتے ہیں۔ لیکن ہم نے اپنی مساجد کو ان عظمتوں سے محروم کر دیا ہے۔ ان کی اصل روح کو ہم نے تکدرات کے جامے پہنا دیے ہیں۔ ہائے مسلکی عصبیت کی شوخ چشمی! بہتیری مساجد میں عنادی بورڈ تک آویزاں ہو گئے ہیں جن پر جلی حروف میں لکھا ہوتا ہے کہ یہ فلاں مسلک کے پیروکاروں کی مسجد ہے۔ اس لیے فلاں فلاں مسالک سے تعلق رکھنے والے افراد اس کے اندر داخل ہونے کی جرات نہ کریں۔ یعنی مسجدیں بھی ہمارے مسلکی تعفن سے بچی نہ رہ سکیں، ہم نے انہیں خانۂ الٰہی نہ رہنے دیا، خانہ ہائے مسالک بنا دیا ہے۔ ہائے! افتراق وانتشار کے کس کس گوشے پر اشک افشانی کی جائے؟ تمام افادی گوشے ہی تو چھٹے ہوئے ہیں۔ نقصان دہ گوشوں نے افادی گوشوں کو مارِ آستین کے حوالے کر دیا ہے۔ نہیں معلوم کہ مساجد کی ویرانی میں اس کی کتنی حصہ داری ہے مگر یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ اس میں اس کی بھی کچھ نہ کچھ تو حصہ داری ہے۔ من ہمارا پرانا پاپی ہے، قبول ہے مگر من کو مکدر کرنے میں بھی اس کی حصہ داری ہے۔

اے کاش! ہمارا ضمیر ہمیں آواز دے اور ہم اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے مساجد کو وہی کردار ادا کرنے دیں جو وہ کبھی ادا کرتی تھیں اور آج بھی کر سکتی ہیں اگر ہم ان کی ویرانیاں دور کر سکیں اور ان عظمتوں کا ادراک کر سکیں۔

☆☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام انیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کا انعقاد 5-6/فروری کو دہلی میں

رجسٹریشن جاری

دہلی: ۲۱/دسمبر ۲۰۲۱ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام حسب سابق امسال بھی ''انیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم'' بتاریخ ۵-۶/فروری ۲۰۲۲ء، مطابق ۳-۴/رجب ۱۴۴۳ھ بروز ہفتہ، اتوار بمقام اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا نئی دہلی نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہورہا ہے، جس میں ملک کے طول وعرض سے سینکڑوں کی تعداد میں طلبہ مدارس دینیہ وعصریہ شریک ہوں گے۔ یہ جانکاری مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان میں دی۔

امیر محترم نے کہا کہ قرآن مجید اللہ رب العزت کا نازل کردہ آخری پیغام امن وسعادت ہے جس میں ساری انسانیت کے سارے مسائل کا حل اور فلاح و بہبود کا راز مضمر ہے۔ قرآن مجید کا یہ بڑا اعجاز ہے کہ اس سے ادنی نسبت سے بھی انسان ذرہ سے آفتاب بن جاتا ہے۔ اس کے لانے والے جبرئیل امین، مقام نزول ام القری، جن کے اوپر یہ نازل ہوا وہ رحمۃ للعالمین اور اس کے حاملین خیر امت قرار پائے۔ آج دنیائے انسانیت کو اس کی سخت ضرورت ہے، پھر بھی لاعلمی کی وجہ سے کچھ لوگ اس پر معترض ہیں۔ ایسے میں قرآن کریم سے ہمارا رشتہ ہمہ جہت مضبوط سے مضبوط تر ہونا چاہیے۔

مولانا نے مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کے انعقاد کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ہر سال آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم بڑے تزک واحتشام کے ساتھ منعقد کرتی ہے تاکہ مسلمانوں کے اندر قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ اور اس کے معانی وتفسیر پر غور وتدبر کا شوق پیدا ہو، ان کی زندگی قرآنی تعلیمات سے ہم آہنگ ہو اور نئی نسل کے اندر مسابقتی ذوق بیدار ہو۔ نیز اللہ کے وہ بندے جو ابھی تک اس کتاب رشد وہدایت سے محروم ہیں ان تک اس کا پیغام امن وسعادت پہنچ جائے۔

پریس ریلیز کے مطابق اس مسابقہ کے کل چھ زمرے ہیں۔ ہر زمرے میں اول دوم سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ نقد انعامات کے علاوہ توصیفی سند اور دیگر ہدایا سے نوازے جائیں گے۔ اسی طرح مسابقہ کے تمام شرکاء کو توصیفی سند اور ہدیے دئے جائیں گے۔ مسابقہ کی تفصیلات اور فارم مرکزی جمعیت اہل حدیث کے مرکزی وذیلی دفاتر، جریدہ ترجمان اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org سے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ مسابقہ میں شرکت کے لیے رجسٹریشن کا عمل شروع ہو چکا ہے۔

جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو کے سابق شیخ الجامعہ وشیخ الحدیث ،معروف عالم دین اور نامور خطیب استاذ الاساتذہ مولانا عبدالشکور اثری صاحب کا سانحۂ ارتحال

دہلی: ۳۰/دسمبر ۲۰۲۱ء

مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے شمالی ہند کی قدیم ترین دینی دانشگاہ جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو کے سابق شیخ الجامعہ وشیخ الحدیث، مشہور عالم دین اور نامور خطیب استاذ الاساتذہ مولانا عبدالشکور اثری صاحب کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو ملک وملت اور جماعت کا بڑا خسارہ قرار دیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ استاد گرامی مولانا عبدالشکور اثری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ بڑے خلیق وملنسار اور خورد نواز تھے۔ زندگی بھر تعلیم وتربیت اور دعوت واصلاح کے کاز سے جڑے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی مقبولیت سے نوازا۔ آپ کامیاب مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ باکمال خطیب بھی تھے اور ملک بھر میں آپ کی تقاریر بڑی اہمیت واہتمام سے سنی جاتی تھیں۔ آپ کی ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں کے مکتب اور علاقے کے کئی مدارس میں ہوئی۔ پھر شمالی ہند کی قدیم ترین دینی دانشگاہ جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو میں داخل ہوئے اور اساطین علم و دانش سے اکتساب فیض کیا اور 1975 میں وہاں سے امتیازی نمبرات کے ساتھ فارغ التحصیل ہوئے۔ اس دوران انہوں نے الہ آباد عربی فارسی بورڈ کے سارے امتحانات بھی پاس کئے۔ آپ کی علمی قابلیت اور انتظامی جوہر کو دیکھتے ہوئے مادر علمی کی انتظامیہ نے فراغت کے معا بعد آپ کا تقرر بحیثیت مدرس کرلیا۔ 2014 میں شیخ الجامعہ کے منصب سے ریٹائرمنٹ کے بعد مئی 2018 تک شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ اس طویل ترین عرصے میں درس وتدریس کے علاوہ خطابت ودعوت کی شمع بھی فروزاں رکھی، ملک کے بڑے بڑے جلسوں کی زینت بنے۔ آپ کے شاگردوں اور فیضیاب یافتگان کی ایک طویل فہرست ہے جو کہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہیں، ان شاءاللہ۔

امیر محترم نے کہا کہ جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو کے زمانۂ طالب علمی میں ناچیز کو

مولانا سے اکتساب فیض کا موقع ملا۔آپ بڑی محنت اور لگن سے پڑھاتے تھے اور مجھ سے بڑی محبت وشفقت فرماتے تھے۔ نیز مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کاز سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔اور ملاقاتوں میں جمعیت کی خدمات اور متنوع سرگرمیوں پر خوشی کا اظہار کرتے اور دعائیں دیتے تھے۔مرکزی جمعیت کی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنسوں میں اہتمام کے ساتھ شرکت فرماتے تھے۔ ادھر کافی دنوں سے علیل تھے۔بالاخر آج علی الصباح آبائی وطن بنکٹوا، بلرامپور، یوپی میں بعمر تقریباً 70 سال داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔ان کا سانحہ ارتحال دینی وعلمی دنیا کا ایک عظیم خسارہ ہے۔آج ہی عصر بعد آبائی وطن بنکٹوا بلرامپور یوپی میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔جس میں علماء وعوام اور طلباء کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔پسماندگان میں اہلیہ، صاحبزادے عبدالرحمٰن سلفی اور تین صاحبزادیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر فرمائے، دینی وعلمی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور جملہ پسماندگان و متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

....

جماعتی خبریں

معروف عالم دین مولانا منظر احسن سلفی صاحب(فاروق برادرس) کی والدہ ماجدہ کا سانحہ ارتحال: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ معروف عالم دین مولانا منظر احسن سلفی صاحب رکن شوری مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند وڈائرکٹر القلم انگلش اسکول ممبئی (فاروق برادرس) کی والدہ ماجدہ اور ضلعی جمعیت اہل حدیث دربھنگہ کے سابق امیر، شمالی ہند کی معروف سلفی درسگاہ مدرسہ اسلامیہ، بھوارہ، مدھوبنی، بہار کے سابق صدر، ہندوستان کی قدیم دینی دانشگاہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ لہیریاسرائے، دربھنگہ کے سابق رکن شوری وسابق صدر ابنائے قدیم سلفیہ، سلفیہ یونانی میڈیکل کالج دربھنگہ کے سابق رکن مجلس عاملہ ، مدرسہ عزیزیہ کھرایاں دربھنگہ، مدرسہ اسلامیہ رگھے پورہ، مدھواپٹی، مدھوبنی اور مدرسہ احمدیہ سلفیہ بیراگنیاں، شیوہر کے سابق استاذ معروف عالم دین، ممتاز خطیب اور بے باک داعی مولانا ابوبکر سلفی رحمہ اللہ کی حرم محترم کا مختصر علالت کے بعد آج مورخہ 12 دسمبر 2021ء کو بوقت ساڑھے گیارہ بجے صبح ممبئی کے ایک اسپتال میں بعمر تقریباً 85 سال انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ نہایت خلیق وملنسار، متواضع ،غریب پرور، مہمان نواز، علماء کی قدرداں اور صوم وصلوٰۃ کی پابند خاتون تھیں۔اپنے شوہر مولانا ابوبکر سلفی صاحب رحمہ اللہ جو اسی سال اگست کی 12 / تاریخ کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، کے تمام دینی، دعوتی، تعلیمی وتربیتی اور تجارتی کاموں میں شریک وسہیم اور معاون تھیں اور بچوں کی صحیح اسلامی تعلیم وتربیت میں ان کا اہم کردار تھا۔دوسرے دن بعد نماز ظہر آبائی وطن پیغمبر پور دربھنگہ میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔نماز جنازہ مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے پڑھائی۔علاقہ کے تمام علماء، سرکردہ شخصیات، شمالی ہند کے عظیم وقدیم ادارہ احمدیہ سلفیہ کے اساتذہ وذمہ داران کے علاوہ پٹنہ، پونہ، ممبئی وغیرہ سے کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔اس موقع پر مولانا منظر سلفی صاحب نے میت اور موت سے متعلق مختصر نصیحت کی۔ پسماندگان میں مولانا منظر احسن سلفی صاحب سمیت چھ ہونہار اور کامیاب تجار اور دینی وجماعتی غیرت سے سرشار صاحب زادے جناب عمر فاروق صاحب، جناب ظفر عالم صاحب، جناب مظہر امام صاحب، جناب اظہر امام صاحب، انجنیئر اشرف امام صاحب، تین صاحب زادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کی مکین بنائے , پسماندگان و متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔فاروق برادرس کے لئے پانچ ماہ کے اندر والدین کریمین کی وفات کی شکل میں دو بڑا سانحہ عظیم خسارہ ہے۔اللہ ان کو صبر وسلوان عطا فرمائے۔آمین۔(غم زدہ ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

انتقال پر ملال: بہت ہی رنج وافسوس غم واندوہ کی خبر ہے کہ عزیزم محمد توصیف بن غیاث الدین مہواٹولہ کھریانواں کا ۱۸/دسمبر ۲۰۲۱ء کو انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔اللہ تعالیٰ انکی تمام چھوٹی بڑی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف فرمائے، انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے، نیز مرحوم کے تمام پسماندگان اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے. آمین (شریک غم: مولانا رحمت اللہ سلفی کھریانواں)

آہ! مولانا یوسف کھاروی نہیں رہے: یہ خبر بڑے رنج وغم کے ساتھ سنی جائے گی کہ مولانا یوسف کھاروی کا مورخہ ۲۱/دسمبر ۲۰۲۱ء کو انتقال ہوگیا۔انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔وہ پچھلے کئی دنوں سے بیمار تھے۔ضلع سیونی واطراف میں مولانا یوسف کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔آپ کا تعلق کھاری کے مشہور ومعروف علمی وعملی خاندان سے ہے۔آپ مولانا اسماعیل کھاروی، مولانا اسحاق کھاروی، حافظ یونس کھاروی رحمھم اللہ اور مولانا یحیٰی حفظہ اللہ کے بھائی، مولانا یعقوب عمری کے چچا، مولانا طارق سلفی اور برادر عبیدالرحمٰن (چھوٹے بھیا) کے والد بزرگوار نیز مولانا نثار سلفی (سابق امام مسجد اہلحدیث مومن پورہ ناگپور) کے سسر تھے۔آپ کی منہجی غیرت اور علمی ودینی حمیّت محبّانِ علم وفن سے مخفی نہیں تھی۔علم وعمل سے مزیّن شخصیات کا یوں یکے بعد دیگرے داغِ مفارقت دینا قوم وملّت اور جماعت وجمعیت کا خسارہ اور ایک علمی خلا ہے۔مولانا یوسف رحمہ اللہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح تمام احباب و متعلقین کیلئے مربّی کی حیثیت رکھتے تھے۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔جنۃ الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین۔(شریکِ غم: سلطان سیف محمدی، مالیگاؤں)

دعائے صحت کی اپیل: صوبائی جمعیت اہل حدیث مدھیہ پردیش کے سابق ناظم ،معروف شاعر اور جماعت کی بزرگ شخصیت مولانا عبیدالرحمٰن وفا صدیقی صاحب ان دنوں کافی علیل ہیں۔احباب جماعت اور قارئین سے مولانا محترم کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔اللہ تعالیٰ مولانا محترم اور دیگر تمام مریضوں کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔اللھم اشف مرضانا ومرضی المسلمین والجمیع وجنبنا من سیئی الاخلاق وسیئی الاسقام آمین (دعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اپنی نوعیت کا منفرد

اُنیسواں (۱۹) کُل ہند مُسابقہ حِفظ و تجوید و تفسیر قرآن کریم

بمقام
اہل حدیث کمپلیکس
D-254 ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر اوکھلا، نئی دہلی-۲۵

رجسٹریشن کی آخری تاریخ
یکم فروری 2022ء

بتاریخ
5-6 فروری
2022ء ہفتہ، اتوار
بوقت: ۸ بجے صبح تا ۹ بجے شب

ضروری معلومات نیز فارم حاصل کرنے کے لیے فوراً رابطہ قائم کریں: مسابقۂ تجوید وحفظ وتفسیر قرآن کریم کمیٹی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند،
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد دہلی-۶، فون: 23273407
مسابقہ فارم جمعیت کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org سے بھی ڈاؤن لوڈ کیا جاسکتا ہے۔

اغراض ومقاصد

☆ مسلمانوں کو زندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینا ☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ، اس کے معانی وتفسیر پر فکر وتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا ☆ مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا ☆ امت کو کتاب الٰہی سے وابستہ کرکے دنیا وآخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار کرنا ☆ حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پر مزید توجہ کی راہ ہموار کرنا ☆ ہزاروں روپے کے نقد انعامات ☆ حوصلہ افزائی کے لیے متعدد ومختلف النوع انعامات ا ممتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان ☆ ملک بھر میں ۲۵ سال سے کم عمر کے حفاظ وقراء وطلباء کے لیے نادر ونایاب موقعہ

مقابلے کے زمرے

اول: حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید قرأت	دوم: حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
سوم: حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	چہارم: حفظِ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
پنجم: ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	ششم: سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان

☆ ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ ۵ر فروری ۲۰۲۲ء بروز ہفتہ بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اور اس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھیؒ کی روشنی میں تیار کیا جائے گا ☆ ان شاءاللہ نقد انعامات کے علاوہ دیگر انعامات بھی دیئے جائیں گے، نیز دیگر شرکاء کے لیے بھی کچھ تشجیعی انعامات ہوں گے۔

اہم وضاحت

☆ زمرہ اول ودوم وسوم وچہارم امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مقررہ پاروں کا حافظ ہو اور احکام تجوید وقرأت سے بھی واقف ہو، احکام تجوید کے سوالات کا عملاً جواب دے سکے، قرأتِ سبعہ میں سے کسی ایک قرأت کے مطابق تلاوت کرے، جس کا واضح اندراج فارم داخلہ میں کرنا لازمی ہے۔ ☆ ایک قاری کو صرف ایک ہی زمرہ میں شرکت کی اجازت ہوگی۔ ☆ اگر کسی زمرے کے لیے پانچ سے کم امیدوار اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی پہنچے تو مرکزی جمعیت اس زمرے کا مقابلہ منعقد کرنے سے معذور ہوگی۔

شرائط شرکت مسابقہ

❶ مقابلہ میں شرکت کی درخواست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقررہ فارم پر دی جائے گی۔ ناگزیر حالات میں رجسٹریشن کے لئے سادہ کاغذ پر بھی درخواست دی جاسکتی ہے اور بذریعہ فون بھی رجسٹریشن ممکن ہے البتہ مسابقہ شروع ہونے سے پہلے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے مطبوعہ فارم حاصل کرکے پر کرنا ضروری ہے ❷ شرکت کے متمنی قاری کی عمر ۲۵ سال سے زائد نہ ہو ❸ امیدوار کا شمار ملک کے مشہور پیشہ ور قراء میں نہ ہوتا ہو۔ ❹ اس سے پہلے وہ کسی بین الاقوامی مقابلۂ حفظ وقرأت میں حصہ نہ لے چکا ہو ❺ مرکزی جمعیت کے کسی مقابلے کے شریک قاری کو اس زمرے میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی جس میں وہ پہلے بھی حصہ لے چکا ہو۔ ❻ مقابلے میں شرکت کی مکمل درخواست، انعقاد مقابلہ سے پانچ روز قبل دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو موصول ہونا لازمی ہے بصورت دیگر درخواست رد کردی جائے گی ❼ حفظ قرآن اور تجوید واحکام کی قابل قبول سند یا تصدیق نامہ کی فوٹو کاپی درخواست کے ساتھ منسلک ہو اور اصل اپنے ساتھ لائے۔ ❽ مقابلے میں شرکت کی نامزدگی کسی دینی تعلیمی ادارے یا معروف مسلم تنظیم کی جانب سے ہونی چاہیے۔ ❾ اصول تجوید وقرأت سے ناواقف امیدوار کو مقابلے سے خارج کردیا جائے گا ☆ حفظ کررہے طلبہ کو زمرہ پنجم (ناظرہ قرآن مکمل) میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی۔

نوٹ: آمد ورفت کے اخراجات بذمہ امیدوار ہوں گے۔ قیام وطعام کا انتظام مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے ہوگا۔